© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم و تربیت کی اہمیت بعثت نبوی ﷺ سے پہلے اور اس کے بعد سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں

پروفیسر محمد مشتاق کلوٹا
صدر شعبہ اسلامیات' پاکستان شپ اونرز گورنمنٹ ڈگری کالج
ریسرچ اسکالر وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی

ABSTRACT

Prof. Muhammad Mushtaq Kalota

Islam is the religion of peace, and it is one of the most sacred and trustworthy religions, which has given us guidance in every aspect of life. Islam has given us education with knowledge which has no limits. The Holy Quran is the most sacred book of Allah revealed on Prophet Muhammad (SAW), for the upliftment guidance and enriched messages to the humanity.

Education is the knowledge of putting one's potentials to maximum use. Without education, no one can find the proper right path in this world.

To seek knowledge is a sacred duty, it is obligatory on every Muslim, male and female. The first word revealed of the Qur?cn was "Iqra" READ!

"Read! In the Name of your Lord Who has created (all that exists). He has created man from a clot (a piece of thick coagulated blood). Read! And your Lord is the Most Generous. Who has taught (the writing) by the pen. He has taught man that which he knew not" [Quran, Sura Al-Alaq 1-5]

Training and Development with education is very important. It is the framework for helping children to develop their

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

personal | skills,

knowledge, and abilities. we can say that training is of two types that is Internal and External training. Internal training involves when training is organized in-house. On the other hadn External training is normally outside the house. whichever training, it is very essantial for all.

Knowledge is the most important thing in one's life. There are two kinds of knowledge: Religious knowledge and Secular knowledge..These two kinds of knowledge's are very important for a human being. Secular for this day to day dwelling and religious for his smooth life on earth and hereafter. The Holy Prophet of Allah (S.A.W.) has said: "Attainment of knowledge is a must for every Muslim."

Every one of us, young or old, man or woman, should at least acquire sufficient knowledge to enable ourselves to understand the essence of the teachings of the Qur?an and the purpose for which it has been sent down. We should also be able to understand clearly the mission, which our beloved Prophet (S) came into this world to fulfil. We should also recognize the corrupt order and system, which he came to destroy. We should acquaint ourselves, too, with the way of life which Allah has ordained for us.

May Allah (SWT) give us strength to behave and act just as He likes us to do and be pleased with us, and that should be the purpose of our lives. Rabbi zidnee ilma (O Lord, increase us in knowledge). Aameen.

بلاشبہ دنیا کی تمام بڑی شخصیات میں ایک روشن نام معلم اعظم (۱) رحمتہ للعالمین (۲) کا ہے جن کی بعثت سے قبل اقدار انسانی اتنی نایاب ہوچکی تھیں کہ ان کا سراغ لگانا مشکل تھا پورے پورے علاقے اور پورے پورے براعظم میں بھی ڈھونڈے سے ایک اللہ کا بندہ بھی نہ ملتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا جو علم دین اور ایمان قوی کی دولت سے مالا مال ہو۔ انبیاء کا لایا ہوا دین اور پھیلایا ہوا نور سمٹتے سمٹتے ایک نقطہ بن گیا تھا۔ کفر وشکر اور بے عملی کی ظلمتوں میں علم ویقین کا یہ نور اس طرح کہیں کہیں چمکتا تھا جیسے برسات کی اندھیری رات میں جگنو چمکتے ہیں۔ اہل اللہ کا ایسا قحط تھا کہ لوگ ننگے ہو کر ناچتے، عورتوں کو برہنہ نچاتے، شراب خود بناتے ہیں اور پیتے، جوئے میں عورتوں کو ہار دیتے۔ ایسی حالت میں جب دنیا گناہوں کی تاریکی میں روپوش ہو چکی تھی۔ وہ قومیں جو اپنے اپنے آپ کو روشنی کا مینار تصور کرتیں اور ہدایت کی شمعیں روشن کرنے کی مدعی تھیں وہ سب کفر وشکر اور گناہوں کی تاریکیوں کا ایک جز بن کر رہ گئی تھیں۔ (۳) ایسے میں جہاں ہر طرف بتوں کی فرمانروائی تھی، پجاریوں کی سیادت اور افسری تھی، پورا ماحول اخلاقی رذائل، روحانی کثافت، شر و فساد اور جاہلیت کی غلاظتوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایسے پُر آشوب بلا خیز اور تاریک ماحول گھٹا ٹوپ اندھیرے اور عالمگیر ظلمت میں اللہ کا آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ (۴) داع (۵) الامی (۶) فائق (۷) متلقی القرآن (۸) العالم (۹) العلیم (۱۰) المعلم (۱۱) مصدق (۱۲) الحجتہ البالغہ (۱۳)، مبشراً (۱۴) صاحب المعراج (۱۵) المرتل (۱۶) الحکیم (۱۷) المزکی (۱۸) ھادی اعظم (۱۹) خاتم النبیین (۲۰) الظاھر (۲۱) امام الناس (۲۲) احمد (۲۳) سید الثقلین (۲۴) رفیع الذکر (۲۵)، عبداللہ (۲۶) المبتھل (۲۷) شاہداً (۲۸) المرتضی (۲۹) رؤف رحیم (۳۰) المجاہد (۳۱) ذوالقوۃ (۳۲) بشر کامل (۳۳) رسول کامل (۳۴) امام المتقین (۳۵) المسیح (۳۶) عبد کامل (۳۷) المنذر (۳۸) المؤید (۳۹) المتوکل (۴۰) العابد (۴۱) الذکر (۴۲) فاران کی چوٹیوں سے چمکا اور دنیا کے ہر حصہ کو تعلیم وتربیت کی نورانی شعاعوں سے منور کرنے لگا۔

ایک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں

قرآن نے اپنے عالمگیر پہلو کی وضاحت کے لیے جہاں اللہ کو رب العالمین (۴۳) کہا وہاں اپنے پیارے رسول کو الارحم (۴۴)، افصح العرب (۴۵)، امام الخیر (۴۶)، الامین (۴۷)، اول شافع (۴۸)، الباھر (۵۹)، الحاشر (۵۰)، حامل لواء الحمد (۵۱)، خطیب النبیین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۵۲)' خیر الناس (۵۳)' ذِکارا (۵۴)' رحاب (۵۵)' زعیم الانبیاء (۵۶)' سابق العرب (۵۷)' سید الناس (۵۸)' صاحب السیف (۵۹)' الصفوح (۶۰)' مدینۃ العلم (۶۱) المعلم (۶۲) اور رحمۃ للعالمین (۶۳) کہا ہے۔

اس جہان فانی میں بہت کم ایسی جامع الصفات شخصیات ملتی ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ کھلی ہوئی روشن کتاب کی مانند ہوتا ہے ایسے جامع الکمالات بہت کم ملتے ہیں۔ جن کی خوبیوں اور کرامات کا اتنا چرچا ہوتا ہے کہ دنیا انہیں مرشد و رہنما تسلیم کرتی ہے۔ ایسے جامع المحاسن کم نظر آتے ہیں جن کے خُلق سے خَلق کو تسخیر کیا ہو اور جن کی خِلقت خَلقت کے لیے موجب رحمت ہو۔ (۶۴)

تعلیم و تربیت بعثت نبوی ﷺ سے پہلے

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں: ''چھٹی صدی عیسوی بلا اختلاف تاریخ انسانی کا تاریک ترین و پست ترین دور تھا، صدیوں سے انسانیت جس پستی اور نشیب کی طرف جا رہی تھی، اس کے آخری نقطے کی طرف پہنچ گئی تھی، روئے زمین پر اس وقت کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو گرتی ہوئی انسانیت کا ہاتھ پکڑ سکے اور ہلاکت کے غار میں اس کو گرنے سے روک سکے، نشیب کی طرف جاتے ہوئے روز بروز اس کی رفتار میں تیزی پیدا ہو رہی تھی، انسان اس صدی میں خدا فراموش ہو کر کامل طور پر خود فراموش بن چکا تھا، وہ اپنے انجام سے بالکل بے فکر، بے خبر اور بُرے بھلے کی تمیز سے قطعاً محروم ہو چکا تھا، پیغمبروں کی دعوت کی آواز عرصہ ہُوا دب چکی تھی، جن چراغوں کو یہ حضرات روشن کر گئے تھے، وہ ہواؤں کے طوفان میں یا تو بجھ چکے تھے یا اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس طرح ٹمٹما رہے تھے، جن سے صرف چند خدا شناس دل روشن تھے، جو شہروں کو چھوڑ کر چند پورے پورے گھروں میں بھی اُجالا نہیں کر سکتے تھے، دیندار اشخاص دین کی امانت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہو کر دیر و کلیسا اور صحراؤں کی تنہائیوں میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔''

رومی اور ایرانی اس وقت مغرب و مشرق کی حکومت اور دنیا کی قیادت کے اجارہ دار بنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے تھے، وہ دنیا کے لیے کوئی اچھا نمونہ ہونے کے بجائے ہر قسم کی خرابی اور فساد کے علمبردار و ذمے دار تھے، مختلف اجتماعی اور اخلاقی امراض کا عرصہ سے یہ قومیں آشیانہ بنی ہوئی تھیں، ان کے افراد تعیش و تکلفات کی زندگی اور مصنوعی تمدن کے سمندر میں سرتاپا غرق تھے، بادشاہ اور حکام خوابِ غفلت میں مدہوش اور نشۂ سلطنت میں سرشار تھے۔ دنیا کے مختلف حصوں اور ملکوں میں ایسی دینی غفلت وخود فراموشی، اجتماعی بے نظمی وانتشار اور اخلاقی تنزل وزوال رونما تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ممالک تنزل وانحطاط اور شر وفساد میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے ہیں اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان میں سے کون سا ملک دوسرے سے بڑھا ہوا ہے۔'' (۶۵)

تہذیب وتمدن کے گہواروں میں خود سری، بے راہ روی اور اخلاقی پستی کا دور دورہ تھا، نظامِ حکومت میں حد درجہ ابتری تھی، حکام کی سخت گیری اور عوام کی اخلاقی گراوٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قومیں اپنے اندرونی مسائل ہی میں الجھ کر رہ گئی تھیں، دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے ان کے پاس نہ کوئی پیغام تھا اور نہ انسانیت کے لیے کوئی دعوت تھی، درحقیقت یہ اقوام و مذاہب اندر سے کھوکھلے ہو چکے تھے، ان کی زندگی کا سوتا خشک ہو چکا تھا، ان کے پاس نہ دینی ہدایات تھیں اور نہ نظامِ حکومت کے لیے مستحکم ومعقول اصول۔ (۶۶) انصاف کا حال یہ تھا کہ بقول سیل SALE جس طرح اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی ہے اور ان کے دام ٹھہرائے جاتے ہیں، اسی طرح انصاف بھی فروخت ہوتا تھا، رشوت وخیانت کی ہمت افزائی خود قوم کی طرف سے ہوتی تھی۔ گبن کہتا ہے ''چھٹی صدی عیسوی میں سلطنت کا زوال اور اس کی پستی انتہا پر تھی، اس کی مثال اس بڑے تناور اور گھنے درخت کی تھی جس کے سائے میں دنیا کی قومیں کبھی پناہ لیتی تھیں اور اب اس کا صرف تنارہ گیا ہو، جو روز بروز سوکھتا جارہا ہو۔'' (۶۷)

مشہور مغربی مصنف رابرٹ بریفالٹ Robert Briffault لکھتا ہے:

From the fifth to tenth century Europe lay sunk in a night of barbarism which grew darker and darker. It was a barbarism for

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

more awful and horrible than that of the primitive savage, for it was the decomposing body of what had once been a great civilization. The eatures and impress that civilization were all but completely affected. When its development had been fullest, e.g., in Italy and Gaul, all was ruin squalor, dissolution.(٦٨)

"پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی اور یہ تاریکی تدریجاً زیادہ گہری اور بھیانک ہوتی جارہی تھی، اس دور کی وحشت و بربریت زمانۂ قدیم کی وحشت و بربریت سے کئی درجہ زیادہ بڑھی چڑھی تھی، کیوں کہ اس کی مثال ایک بڑے تمدن کی لاش کی تھی جو سڑ گئی ہو، اس تمدن کے نشانات مٹ رہے تھے اور اس پر زوال کی مہر لگ چکی تھی، وہ ممالک جہاں یہ تمدن برگ و بار لایا اور گزشتہ زمانہ میں اپنی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا تھا، جیسے اٹلی و فرانس، وہاں تباہی، طوائف الملوکی اور ویرانی کا دور دورہ تھا۔"

بعثتِ نبویؐ کے دور کا عمومی جائزہ

ایک انگریز سیرت نگار آر، وی، سی بوڈلے (R.V,C. Bodely) اپنی کتاب (The Messenger) میں زمانۂ بعثت کی دنیا کا عمومی جائزہ لیتے ہوئے اس وقت کے قابلِ ذکر ممالک واقوام کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے: "قدیم روایات کے باوجود چھٹی صدی عیسوی کی اس دنیا میں عربوں کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی، حقیقت میں تو کسی کی بھی کوئی اہمیت نہ تھی، یہ ایک نزاع کا دور تھا، جب کہ مشرقی یورپ اور مغربی ایشیا کی عظیم سلطنتیں اوّل ہی تباہ ہو چکی تھیں یا اپنے شاہی دور کے اختتام پر تھیں یہ ایک ایسی دنیا تھی جو اب بھی یونان کی فصاحت، ایران کی عظمت اور روما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی شوکت وجلال سے متحیر تھی اور کوئی ایسی ایک شئے یا کوئی ایسا ایک مذہب بھی نہ تھا جو ان میں سے کسی کی جگہ لیتا۔(۶۹)

خلاصہ یہ کہ ساتویں صدی عیسوی میں روئے زمین پر کوئی قوم تہذیب وثقافت کے حوالے سے ایسی نظر نہیں آتی تھی جو مزاج کے اعتبار سے صالح کہی جاسکے اور نہ ایسی کوئی سوسائٹی تھی جو شرافت اور اخلاق کی اعلیٰ قدروں کی حامل ہو، نہ ایسی کوئی حکومت تھی جس کی بنیاد عدل وانصاف اور رحم پر ہو اور نہ ایسی قیادت تھی جو علم وحکمت اپنے ساتھ رکھتی ہو، اور نہ کوئی ایسا صحیح دین تھا، جو انبیائے کرامؑ کی طرف صحیح نسبت رکھتا ہو اور ان کی تعلیمات وخصوصیات کا حامل ہو، اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کہیں کہیں عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں اگر کبھی کبھی کچھ روشنی نظر آجاتی تھی تو اس کی حیثیت ایسی ہی تھی جیسے برسات کی اندھیری رات میں جگنو چمکتا ہو، صحیح علم اور صحیح عمل اتنا نایاب تھا اور خدا کا سیدھا راستہ بتلانے والے اس قدر خال خال پائے جاتے تھے کہ ایران کے بلند ہمت اور بے چین طبیعت نوجوان سلمان فارسیؓ اپنے قومی ونسلی مذہب (مجوسیت) سے غیر مطمئن ومایوس ہو چکا تھا اور حق وصداقت کا جویا تھا، ایران سے لے کر شام کی آخری حدود تک طویل سفر میں صرف چار آدمی ایسے مل سکے، جن سے اس کی رُوح کو سکون اور قلب کو اطمینان حاصل ہو اور جو پیغمبروں کے بتلائے ہوئے راستے پر قائم تھے۔ اس عالمگیر تاریکی اور فساد کا نقشہ قرآن مجید نے جس طرح کھینچا ہے، اس سے بہتر ممکن نہیں۔

"ظَهرالفسادُ فی البرّ و البحرِ بما کسبَت ایدی النّاس لیُذیقَهُم بعضَ الّذی عملُوا لَعلّهُم یرجعُون"۔(۷۰)

''خرابی پھیل گئی ہے، خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے نتیجے میں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھا دے اور وہ باز آجائیں۔(۷۱)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ اپنی مشہور کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں بعثتِ نبویؐ سے قبل دنیا کی عمومی حالت خاص طور سے اس زمانے کی دو عظیم الشان سلطنتوں فارس وروم کے حالات کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائزہ ان الفاظ میں لیا ہے: ''صدیوں سے آزاد حکومت کرتے کرتے اور دنیا کی لذتوں میں منہمک رہنے، آخرت کو یکسر بھول جانے اور شیطان کے پورے اثر میں آ جانے کی وجہ سے عالمی تہذیبوں کے دو بڑے مراکز ایران اور روم نے زندگی کی آسانیوں اور سامانِ تعیش میں بڑی موشگافی اور نازک خیالی پیدا کرلی تھی اور وہ اس میں ہر قسم کی ترقی اور نفاست میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور فخر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ زندگی کا معیار اتنا بلند ہوگیا تھا کہ امراء میں سے کسی کا ایک لاکھ درہم سے کم کا پٹکا باندھنا اور تاج پہننا سخت معیوب تھا۔ تکلفات ان کی زندگی اور معاشرت کا جزو بن گئے تھے اور ان کے دلوں میں اس طرح رچ گئے تھے کہ کسی طرح نکل نہیں سکتے تھے، اس کی وجہ سے ایک ایسا لاعلاج مرض پیدا ہوگیا تھا، جو ان کی پوری شہری زندگی اور ان کے پورے نظام تمدن میں سرایت کرگیا تھا۔ ہر شہری پر یہ پُرتکلف اور امیرانہ زندگی ایسی مسلط ہوگئی تھی، جس نے ان کو زندگی سے عاجز کردیا تھا اور ان کے سر پر غم وافکار کا ایک پہاڑ ہر وقت رکھا رہتا تھا۔(۷۲)

تاریخ کے اس تاریک ترین دور میں دنیا کی حالت کا نقشہ ڈینی سن (Denison) نے اپنی کتاب (Emotion as the Basis of Civilization) (جذبات بحیثیت اساس تمدن) میں اس طرح سے کھینچا ہے۔'' اس وقت ایسا دکھائی دیتا تھا کہ تہذیب کا وہ قصر مشید جس کی تعمیر پر چار ہزار سال صرف ہوئے تھے، منہدم ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا اور نوع انسانی پھر اسی بربریت کی طرف لوٹ جانے والی تھی، جہاں ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا تھا اور آئین وضوابط کو کوئی جانتا تک نہ تھا، قدیم قبائلی آئین ومسالک اپنی قوت واحترام کو کھو چکے تھے، اس لیے اب، ملوکیت کے پرانے طرق وانداز کا سکہ دنیا میں نہیں چل سکتا تھا، عیسائیت نے جن قواعد وضوابط کو رائج کیا تھا وہ نظم وضبط اور وحدت ویک جہتی کی بجائے انتشار اور تفرقہ، بربادی اور ہلاکت کا موجب بن رہے تھے، غرضیکہ وہ وقت آچکا تھا، جب ہر طرف فساد ہی فساد نظر آتا تھا، تہذیب کا وہ بلند وبالا درخت جس کی سرسبز وشاداب شاخیں کبھی ساری دنیا پر سایہ فگن تھیں اور آرٹ اور لٹریچر کے سنہری پھلوں سے لدی ہوئی تھیں، اب لڑکھڑا رہا تھا، عقیدت واحترام کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندگی بخش نمی اس کے تنے سے خشک ہو چکی تھی اور وہ اندر سے بوسیدہ اور کھوکھلا ہو چکا تھا، جنگ و جدل کے طوفان نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے جو صرف پرانی رسموں کے بندھن سے یکجا کھڑے تھے اور جن کے متعلق ہر وقت خطرہ تھا کہ اب گرے یا اب کیا ان حالات میں کوئی ایسی وجدانی ثقافت پیدا کی جا سکتی تھی جو نوع انسانی کو ایک مرتبہ پھر سے ایک نقطہ پر جمع کر دے اور اس طرح تہذیب کو مٹنے سے بچا لے؟ اس ثقافت کو بالکل نئے انداز کی ہونی چاہیے تھا، اس لیے کہ پرانی رسومات اور آئین سب مُردہ ہو چکے تھے اور ان ہی جیسے قوانین کا مرتب کرنا صدیوں کا کام تھا۔" اس سوال کا جواب ڈینی سن نے اپنے الفاظ میں اس طرح دیا ہے: "یہ امر موجب حیرت و استعجاب ہے کہ اس قسم کی ثقافت عرب کی سرزمین سے پیدا ہوئی اور اس وقت پیدا ہوئی، جب اس کی اشد ضرورت تھی۔(۷۳)

قرآن کریم میں اس عالمگیر تاریکی و فساد کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا گیا ہے، جس سے انسان کی فکر بیدار ہوتی ہے۔"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ o"۔(۷۴)"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے نتیجے میں فساد پھیل گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھا دے اور وہ باز آ جائیں۔"

اس طرح تمام انسانیت ظلم و تعدی، بے انصافی و سفا کی، بدی اور توہمات کے انبار کے نیچے دبی ہوئی کراہ رہی تھی۔ مختصر یہ کہ جب انسانیت حالتِ نزاع میں مبتلا تھی، اس وقت اللہ جل شانہ نے اپنے آخری رسول و نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس مظلوم انسانیت کا نجات دہندہ بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ ان کو گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے نور میں لائے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:"كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ o"۔(۷۵) "یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے (ہدایت کے) نور کی طرف لائیں، یعنی غالب اور قابلِ ستائش خدا کے راستے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف۔"

عہد نبوی سے پہلے عرب میں کسی باقاعدہ نظام تعلیم کا سراغ نہیں ملتا، صرف زبانی تعلیم اوراس کے چند اداروں کا سراغ ملتا ہے۔ جس میں یہودی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جس کسی نے بھی اسلام سے قبل کے ادیان کا مطالعہ کیا، یا ان کی مقدس کتب کا پڑھیں علم کی اہمیت کے حوالے سے اسلام کی عظمت پراس کا ایمان بڑھ گیا۔ عہد نامہ جدید کے "اسفار مقدسہ" پڑھ ڈالیں یہ ممکن نہیں کہ "عقل، فکر، نظر، برہان، حکمت یا ان سے مشتق دوسرے الفاظ یا اس مفہوم کو واضح کرنے والے اور الفاظ نظر سے گزریں۔ (۷۶)

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں: یہودی سموال بن عادیا اور نصرانی شعراء کے دیوان ملتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے ایک بیت المدارس قائم کر رکھا تھا جو نیم عدالتی اور نیم تعلیمی ادارہ ہوا کرتا تھا۔ (۷۷) عربوں کے متعلق معلومات کے جو ذرائع ہیں ان میں ان کے شعراء کا کلام آثار قدیمہ توریت انجیل اور قرآن ہیں۔ (۷۸) عربوں کی لکھی ہوئی جن تحریروں کا سراغ ملتا ہے ان میں جنگ بسوس کے موقع پر لکھا جانے والا مہلہل کا قصیدہ ہے۔ (۷۹) سبعہ معلقات ہیں۔ (۸۰) ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق قبیلہ ہذیل میں ایک مدرسہ تھا، جہاں بچے سبق پڑھنے جاتی تھی، بازار عکاظ میں ہر سال ادبی چرچہ ہوتا تھا، غیلون بن سلمہ ثقفی ہفتہ میں ایک دن علمی وادبی مجلس قائم کرتا تھا۔ مکہ معظمہ کے ورقہ بن نوفل نے توریت وانجیل کا عربی میں ترجمہ کیا تھا، دارالندوہ مشاورت اور قصہ گوئی کا مرکز تھا۔ (۸۱) لیکن باقاعدہ کوئی تعلیمی نظام موجود نہ تھا۔ اس موضوع پر سب سے زیادہ تفصیلات تاریخ العرب قبل الاسلام میں ملتی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ میرا دعویٰ ہے اسلام سے پہلے عام تعلیم کا کوئی تصور کسی بھی تہذیب میں رائج نہیں تھا، تعلیمی مراکز صرف عبادت خانے تھے اوران میں تعلیم مخصوص افراد کو دی جاتی تھی۔ یورپ میں صرف اعلیٰ رتبہ کے ان افراد کو تعلیم دی جاتی تھی جو کلیسا سے وابستہ ہوتے تھے۔ (۸۲) اسی طرح ہندو مذہب میں تعلیم صرف برہمن حاصل کرسکتا تھا۔ (۸۳)

معلم اعظم ﷺ کا عالمی پیغام:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کی ہدایت (۸۴) کے لیے انبیاء ورسل (۸۵) کی بعثت اور کتب وصحائف کے نزول کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا تھا (پہلے نبی ورسول حضرت آدم علیہ السلام اور آخری حضرت محمد ﷺ تھے) اس کا اختتام الکتاب وقرآن مبین (۸۶) پر اور اکمال واکمام ذات رسالت مآب ﷺ (۸۷) پر ہوا۔ چودہ سو سال پہلے مکہ کی سنگلاخ وادیاں آمنہ کے لعل کے نور نبوت سے روشن ہوئیں، پھر یہی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیلیں، حضور ﷺ کی آمد کا مقصد قرآن کی زبان میں خالق بیان فرماتے ہیں۔ هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ (۸۸) **ترجمہ** ''اللہ وہ ہے کہ جس نے حضور ﷺ کو ہدایت کے ساتھ بھیجا تاکہ آپ کا دین تمام دینوں پر غالب آجائے''

تمام حاملان منصب نوبت اور جملہ کار پردازان رسالت اگرچہ تاریخ عالم کے مختلف ادوار، مختلف دیار وامصار، اور مختلف اقوام وملل میں متفرق تہذیبی وتمدنی تناظر میں تشریف لائے (۸۹) تاہم وہ سب کے سب ہدایت ربانی سے سرفراز، اللہ کے فرستادہ اس کے پیغامبر ممن هدینا و اجتبینا (۹۰) کلاً ھدینا (۹۱) صدق وصفا کے پیکر، داعی الیٰ الحق، اللہ کے پسندیدہ (الذین اصطفیٰ) (۹۲) المصطفین الاخیار (۹۳) اور منتخب خلائق (الذین اصطفینا من عبادنا) (۹۴) کل من الاخیار (۹۵) تھے اور بحیثیت مجموعی ان کے نبی، رسول، پیغمبر ہونے میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا (لانفرق بین احد منھم) (۹۶) لانفرق بین احد من رسلہ (۹۷) البتہ یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ اپنے وجود ہستی، اپنی صفات، خصوصیات ذاتی اور اپنے اظہار کمالات منصبی کے اعتبار سے ہر نبی کی حیثیت الگ الگ، ہر رسول کا تشخص جدا جدا، ہر ایک کی فضیلت کا حوالہ مختلف ہے۔ (۹۸) اور ہر پیغمبر بجائے خود منفرد وممتاز ہے۔ (۹۹) اللہ رب العالمین کے فرستادہ نبی، برگزیدہ رسول، ہادیٔ کائنات اور پیغمبر انسانیت ہونے کی حیثیت سے ختم الرسل ﷺ کا فرض منصبی تھا کہ ا۔ تبلیغ دین اور ابلاغ حق فرمائیں (۱۰۰) اور اللہ نے جو پیغام عطا فرمایا ہے اسے من وعن بندگان خدا تک پہنچا کر حق امانت ادا کریں۔

۲۔ تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت، تزکیہ نفس وقلوب (۱۰۱) اور تفسیر وتشریح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب فرمائیں (۱۰۲)

۳۔ جہد مسلسل اور سعی پیہم سے دین حق کو دنیا میں غالب فرمائیں (۱۰۳)

۴۔ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ وحی الہیٰ کی روشنی میں فرمائیں اور انہیں عدل اور قسط پر قائم فرمائیں (۱۰۴)

۵۔ جو سعید روحیں پیغام حق کو قبول کریں انہیں فوز و فلاح کی بشارت سنائیں اور جو شقی القلب دعوت ربانی کو ٹھکرانے پر تل جائیں انہیں اخروی نتائج اور انجام بد سے ڈرائیں۔ (۱۰۵)

متعدد قرآنی آیات کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ان کی اپنی قوم کی طرف ہوئی، علامہ زرقانی کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام کی دعا (بددعا) میں (لا تذر علی الارض) (۱۰۶) کے حوالے یا ان کی بعثت میں (الی اصل الارض) (۱۰۷) کے حوالوں سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت تمام دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہوئی تھی، یہ حوالے صرف ثابت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام (طوفان نوح کے بعد اپنی قوم کے لیے) پہلے رسول تھے۔ کیونکہ ان کے دور میں دوسرے رسولوں کو دوسری قوموں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ (۱۰۸) تاریخی طور پر بھی حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ اور قوم نوح کا علاقہ مذہبی و علمی حلقوں میں معلوم و معروف ہے جس سے ان کی رسالت کی عالمگیریت کلیتًا ثابت نہیں ہوتی۔ (۱۰۹) ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات و سیرت کے جو حوالے قرآن میں مذکور ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے زمانے میں پیشوائے انسانیت (للناس اماما) (۱۱۰) تھے۔ انہوں نے ایک مرکز انسانیت کی تعمیر بھی فرمائی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس عالمگیر مشن کا خواب دیکھا تھا اور جس کی تمنا کی تھی وہ حضرت محمد ابن عبداللہ ﷺ کے ہاتھوں مبدل بہ حقیقت ہوا اور آپ ﷺ ہی دعائے ابراہیمی کے مصداق تھے۔ بقول الطاف حسین حالی

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا دعائے خلیل اور نوید مسیحا

دوسری جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کو آزادی دلانے کے مکلف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنائے گئے تھے۔قرآن کی رو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا گیا تھا۔(۱۱۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن بھی بنی اسرائیل کی فلاح وصلاح تک محدود تھا کہ ''میں اسرائیل کے گھرانہ کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا (۱۱۲) رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرائض منصبی کو پورے اخلاص للّٰہیت ، محبت وشفقت ، رافت ورحمت اور جاں گدازی وجاں سپاری کے ساتھ ادا فرمایا (۱۱۳) اور اہل عالم کے سامنے سیرت کا ایسا نمونہ کام پیش فرمایا (''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ'') (۱۱۴) کہ بالآ خر حجت تمام ہوگئی (۱۱۵) اور پھر تقریباً ۲۳ سال کی شدید ترین مشکلات (۱۱۶) صبر آزما حالات اور نا قابل تور مصائب کے علی الرغم ،صبر واستقلال ختم المرسلین اور اولوالعزمی رحمتہ للعالمین کے نتیجے میں (آپ ﷺ کو حکم تھا فاصبر کما صبر الوالعزم من الوسل) (۱۱۷) چنانچہ آپ ﷺ نے اس کا بھر پور مظاہرہ فرمایا) ہر قسم کے (سیاسی ، معاشرتی اور معاشی) ظلم واستحصال سے پاک (عدل واحسان پر مبنی) ایک ایسا ماحول ، ایسا معاشرہ قائم ہوگیا جو پوری تاریک انسانیت میں مثالی حیثیت رکھتا ہے ۔(قرآن میں رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے کا مقصد یہ بتایا گیا کہ لوگ ''عدل اور قسط'' سے ہمکنار ہوں (۱۱۸) (سید الرسل نے ان مقاصد کو درجہ بدرجہ اتم پورا فرمایا) اور ایک ایسی ریاست وجود میں آگئی جو دس سال کے انتہائی مختصر عرصے میں عرب کی وسعتوں پر چھا گئی اور اس میں رہنے والے باشندے دین ودنیا کی برکتوں سے متمتع ہونے لگے۔(۱۱۹)

ہادی عالم ، نبی معظم ، محمد الرسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت چونکہ عالمگیر ، ابدی اور آفاقی ہے ، اس لیے آپ ﷺ کی یہ حیثیت بجائے خود اس بات کی متقاضی تھی کہ آپ ﷺ کا لایا ہوا پیغام ابدی ، آفاقی اور عالمگیر ہو۔(۱۲۰) چنانچہ سید الرسل ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی اور جو آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور تبلیغ وتعلیم کا محور بنی وہ بھی ابدی ، آفاقی اور عالمگیر رشد و ہدایت کا منبع ہے ۔اس کتاب (قرآن) کا تخاطب بھی تمام انسانوں سے ہے اور وہ تمام عالم انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ہر عہد اور ہر زمانے کے لیے نسخۂ شفا ، ضابطۂ حیات ونوشتۂ نجات بن کر نازل ہوئی ۔(۱۲۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ا۔اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرَى لِلْعَالَمِيْن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱۲۲) **ترجمہ** ''یہ تو نہیں مگر نصیحت تمام جہانوں کے لیے''

۲۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعَالَمِیْنَ (۱۲۳) **ترجمہ** ''یہ تو نہیں مگر نصیحت تمام جہانوں کے لیے''

۳۔ وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعَالَمِیْنَ (۱۲۴) **ترجمہ** ''یہ قرآن تمام عالم کے لیے نصیحت ہے''

مندرجہ بالا آیات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو ذکر للعالمین فرمایا گیا ہے اس میں کلام نہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو جملہ عالمین کے لیے ''ذکر'' ہے۔ (۱۲۵)

دیگر آسمانی کتابیں صرف کسی ایک خاص ملک یا خاص قوم کے لوگوں کے لیے تھیں۔ مگر قرآن مجید ساری دنیائے انسانیت کے لیے پیغام ہدایت ہے۔ یہ کلام پاک یاایھا الناس (اے لوگو) کا خطاب کر کے عالم کے انسانوں کو ہدایت کا پیغام دیتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر کتاب ہے جس کی تعلیمات ہر دور اور ہر ملک میں قابل عمل ہے۔ اس کی تعلیمات ہر قوم و ملک اور ہر طرح کے ماحول میں بسنے والے افراد کے لیے یکساں طور پر نفع بخش ہیں۔ یہ ایک ایسی جامع اور عالمگیر کتاب ہے جو زندگی کے ہر پہلو رہنمائی کرتی ہے۔ (۱۲۶) پورا قرآن نصیحت ہے، پورا قرآن انسان کی تعلیم وتربیت کے لیے ہے اور پورے قرآن میں وہ اصول، مقاصد اور خطوط کار پھیلے ہوئے ہیں جن پر اسلامی معاشرے کا نظام تعلیم استوار ہونا چاہیے اور پھر نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست میں قرآن کے منشا کے مطابق بچوں، بالغوں، عورتوں اور قائدین عوام کی تعلیم وتربیت کا جو ہمہ گیر نظام عملاً نافذ کیا اور عوام کی ذہنی واخلاقی تعمیر کے لیے جن ادارات کے نقوش اولین قائم کیے، اس پورے کام کو قرآن کے نکات کیا س جامع عملی توضیح وتفسیر کو زیر غور لائے بغیر اسلام کی حکمت تعلیم کو سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اس حکمت کے مطابق کوئی تعلیمی منصوبہ عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

آپ ﷺ کی نبوت عالمی نبوت ہے اور آپ ﷺ کا دین عالمگیر اور قیامت تک رہنے والا ہے۔ (۱۲۷) مولانا مودودی کے نزدیک آپ ﷺ کی خصوصیات میں تکمیل دین، ختم نبوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نسخ ادیان سابقہ، عالمگیریت یا دعوت عام شامل ہیں۔(۱۲۸) تاریخ عالم میں عالمگیر نبی حضرت محمد ﷺ (۱۲۹) کی ہستی مبارک وہ واحد ہستی ہے جن کے عالم پر بے شمار احسانات ہیں اور اس کے دور رس اثرات ہیں۔ حضرت محمد ﷺ (۱۳۰) کی رحمت خاصہ عیسائی، یہودیوں، کافروں، عورتوں، یتیموں، غلاموں، جانوروں اور بچوں وغیرہ کے لیے عام تھی۔ آپ ﷺ کی آمد کے مقصد کو اس طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

1.To liberate man, to unite man

2.To Educate man and to humanise man

3. To Free from social discrimination(131)

رسول اللہ ﷺ کو ایک عالمگیر اور ہمہ گیر پیغمبر کی حیثیت سے عالمگیر انسانیت کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ رحمتہ للمسلمین نہیں بلکہ رحمتہ للعالمین (۱۳۲) ہیں۔ حضرت محمد ﷺ (۱۳۳) کی تمام صفات و خصوصیات کا بیان، آپ ﷺ کے جملہ امتیازات و کمالات کا احاطہ اور دلالات و معجزات کا استقصا اگرچہ ممکن نہیں ہے تاہم گفتگو کے لیے اور بطور مطالعہ و استقاضہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اوصاف و امتیازات رسالت پناہ ﷺ میں سے ایک وصف خاص اور نمایاں ترین امتیاز و اعزاز یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کسی خاص قوم، ملک، گروہ، آبادی یا خطے کے لیے نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ کی بعثت عالمگیر انسانوں کے سب طبقات کے لیے ہے۔(۱۳۴)۔ قرآن میں جہاں اہل کتاب سے نبی امی ﷺ پر ایمان لانے کا مطالبہ ہے، خاص سیاق و سباق کے ساتھ یہ کہہ کر ساکنانِ آفاق پر حجت تمام کی گئی۔ ارشاد ربانی ہے کہ "قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا" (۱۳۵) **ترجمہ** (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دو کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں"

نہ آپ ﷺ کا فرض منصبی عرب کی اصلاح یا عجم کی فلاح تک محدود تھا، نہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو کسی خاص وقت یا زمانے سے مخصوص کیا گیا بلکہ آپ ﷺ کو خاتم الانبیا والرسل بنا کر اور پیغمبر انسانیت کی حیثیت سے بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کی بعثت ایک عالمگیر دعوت و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیغام کے ساتھ سارے عالم کے لیے جملہ انفس و آفاق کے لیے بلکہ تمام جن وانس کے لیے ہوئی۔(۱۳۶) ارشاد ربانی ہے

"تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" (۱۳۷)

"بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندہ پر فرقان اور فیصلہ کرنے والی کتاب کو نازل کیا تاکہ وہ سارے جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔"

حضور سید الکونین ﷺ، رسول الثقلین کی یہ ہمہ گیری و عالمگیر پیغمبرانہ صفت اور وصف آفاقیت ان مسلمہ حقائق میں داخل ہے جن پر اجماع امت ہے۔(۱۳۸) اور جن کی بہت کافی صراحت قرآن وحدیث میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے کہ "وارسلنٰك للناس رسولا"(۱۳۹) ترجمہ "اور ہم نے بھیجا لوگوں کے لیے بنا کر رسول" آپ ﷺ کی بعثت کے دائرہ کار کو عالم تک پھیلاتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْراً وَنَذِيْراً" **ترجمہ** "اے رسول ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کی طرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"(۱۴۰)

اسی طرح متعدد احادیث میں (۱۴۱) نبی کریم ﷺ کی اس خصوصیت کو صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً صحیحین میں حضور ﷺ نے اپنی نبوت و رسالت کے جن خصائص کو خود شمار فرمایا ہے اس میں متذکرۃ الصدور وصف بھی شامل ہے۔ چنانچہ بخاری میں اعطیتُ خمسا لم یعطھن احد من الانبیاء کے ضمن میں یہ ارشاد گرامی منقول ہے۔ کہ "کان کل نبی یبعث الی قومی خاصة وبعثت الی کل احمر و اسود"(۱۴۲) **ترجمہ** "ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام سرخ و سیاہ قوموں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے خود اپنی خصوصیات کا ذکر فرمایا جسے بخاری ومسلم نے نقل کیا ہے "وکان النبی الیٰ قومه خاصة و بعثت الی الناس عامة (۱۴۳) **ترجمہ** "مجھ سے پہلے ہر نبی ایک مخصوص قوم کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مبعوث ہوتا تھا میں تمام عالم انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں''

اور روایت ابی ہریرہؓ میں فرمایا گیا کہ ''وأُرسلتُ الی الخَلق کافةً و خُتِمَ بی النبیون (۱۴۴) **ترجمہ** ''میں تمام مخلوقات کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں اور نبوت مجھ پر ختم کی گئی''

حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ بنی عامر صعصعہ کے افراد کے پاس عکاظ کے بازار میں تشریف لے گئے فقال انی رسول اللہ الیکم واتیتکم لتمعونی حتی ابلغ رسالہ ربی والا اکرہ احدامنکم علی شئی (۱۴۵) **ترجمہ** ''میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم میری حمایت کرو تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچاؤں اور میں تم میں سے کسی ایک کو بھی کسی بات پر مجبور نہیں کروں گا''

اسلام ایک عالمگیر دین ہے نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطوط میں بھی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کسریٰ کے نام خط میں آپ ﷺ نے تحریر فرمایا تھا کہ ''انا رسول اللہ الی الناس کافہ لانذر من کان حیا'' (۱۴۶) **ترجمہ** ''میں تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ میں ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خبردار کروں جن میں زندگی ہے''

رحمت ، رافت، صداقت ، شفقت ، عبادت ، شجاعت، عدالت، سخاوت، فراست، متانت اور ثبات کے بہترین نمونے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں موجود ہیں زندگی کے وسیع و عریض میدان کا کوئی کونا ایسا نہیں جہاں حبیب کبریا نے اپنے اسوہ حسنہ کے حسین نقوش نہ چھوڑ و ہوں ۔ یہ جامعیت و ہمہ گیری اسوہ محمد ﷺ کے علاوہ کہیں بھی نظر نہیں آتی ۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا آدمی اس آب زلال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے ۔ (۱۴۷) آپ ﷺ کو جو کتاب عطا کی گئی اس کا دائرہ نصیحت عالمگیری اور دور قیامت تک ہے ۔ لہذا آپ ﷺ کی تعلیمات عالمگیر ہے ۔ آپ ﷺ کی پیش کردہ عالمگیر تعلیمات محض نظری نہیں بلکہ خود ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کیا ۔ صرف حضرت محمد ﷺ تمام دنیا کی قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے ۔ اس لیے آپ ﷺ کی سیرت کو ہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیثیت سے مکمل، دائمی اور ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔(۱۴۸) ارشاد ربانی ہے کہ " مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (۱۴۹) ترجمہ ''محمد تم مردوں میں سے کسی باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہے''

رسول اللہ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ ﷺ کو تمام جہان کے لیے پیغمبر عالم، پیغمبر انسانیت بنا کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کا مشن عالمگیر حیثیت رکھتا ہے۔ ختم رسالت دائمی شان نبوت کی مظہر ہے اور یہ کہ ''رسالت محمد یہ قدیم اور جدید ازمنہ کے درمیان ایک قوت رابطہ، بہ اعتبار سلسلہ نبوت کی آخری کڑی کے سید البشر ﷺ قدیم زمانے سے مرتبط ہیں مگر اپنی دعوت، پیغام اور استقرائی راہنما تعلیم کے ذریعے وہ جدید دنیا سے بھی وابستہ ہیں۔ یوں ختم نبوت دراصل قدیم اور جدید کا نقطہ ارتکاز ہے۔'' (۱۵۰) آپ ﷺ کی ہستی رہتی دنیا تک کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۱۵۱)

''البتہ تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے''

نبی کریم ﷺ نے تیئیس سال کی مختصر مدت میں جو حیرت انگیز انقلاب برپا کیا اس برق رفتاری اور اس کے ہمہ گیر اثرات نے ان لوگوں کو بھی انگشت بدنداں کر دیا جو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے مشن کے سخت مخالف رہے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا حیرت انگیز کرشمہ تھا کہ تیئیس سال کی مختصر مدت میں صحرائے عرب کے جو وحشی علم و معرفت اور تہذیب و تمدن سے بالکل کورے تھے وہ پوری دنیا میں علم و حکمت اور عالمگیر تہذیب و شائستگی کے چراغ روشن کرتے ہیں جو لوگ کل تک ایک دوسرے کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہے تھے وہ آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔(۱۵۲) جس دین کا خطاب عالم کے تمام انسانوں اور ان کے تمام طبقات سے ہو جو اس حیثیت سے سامنے آئے کہ وہ سارے عالم کی فلاح کا ضامن ہو وہ کسی طبقہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذہب سے نفرت اور عداوت کا سبق نہیں دے سکتا ورنہ اس کا خطاب محدود ہوکر رہ جائے گا۔(۱۵۳)

تعلیم وتربیت کا مفہوم:

تعلیم: تعلیم کا مادہ علم ہے، انگلش میں اس کے لئے (Education) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جو کہ فی الحقیقت لاطینی زبان (Educere) سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی تربیت کرنا نشو ونما کرنا ہے۔(۱۵۴) علم عربی زبان کا ایک معروف لفظ ہے جو اس زبان میں بالعموم دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔(ا)۔ کسی شے کو اچھی طرح سے سمجھ لینا، اس کی حقیقت کو جان لینا، اس معنی میں یہ لفظ خود قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔(۱۵۵) مثلاً اچھی طرح جان لو کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔(۱۵۶)(ب)۔ غالب گمان کر لینا۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **العلم ادراك الشي بحقيقته و ذلك ضربان : احدهما ادراك ذات الشيئ والثاني الحكم على الشيئ بوجود شيئ هو موجود له اونفي شيئ هومنفي عنه**(۱۵۷)

یعنی علم کسی شئے کی حقیقت کے ادراک کا نام ہے اور یہ دو طرح ہے ایک ذات شئے کا ادراک اور دوسرے کسی شئے پر ایسی کسی شے کی موجودگی

لغت میں تعلیم کا مادہ علم (ع۔ل۔م) ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا ادراک کرنا، اسی سے باب تفعیل میں ''تعلیم'' آتا ہے جس کے معنی بار بار اور کثرت کے ساتھ خبر دینے کے ہیں حتیٰ کہ طالب علم کے ذہن میں اس کا اثر پیدا ہو جائے۔(۱۵۸) علم ایک ایسا ذہنی تصور ہے جو عالم خارج میں موجود کسی نہ کسی حقیقت کو جان لینے سے عبارت ہے۔ اس لحاظ سے مطلقاً علم کے چار ارکان قرار پاتے ہیں۔ ۱۔ ناظر Observer ۔۲۔ منظور Object یعنی جسے دیکھا جا رہا ہو۔ ۳۔ استعداد نظر Observing Capability یعنی ناظر میں جاننے کی صلاحیت واستعداد ہو۔۴۔ منظوریت Objectivity یعنی وہ حقیقت جسے جاننے کی کوشش کی جا رہی ہو۔(۱۵۹)

علم کے ایک اور معنی معلومات اور مدرکات یعنی جاننے اور پہچاننے کے ہیں۔ یہ باب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمع سے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ رجل عالم وعلیم (۱۶۰) اس کی جمع علوم اور عالم کی جمع علماء وعلام آتی ہے۔ (۱۶۱) لفظ علم کی نسبت جب انسان کی طرف کی جائے اور یوں کہا جائے علم الرجل تو معنی ہوں گے حصلت لہ حقیقتہ العلم یعنی اسے علم کی حقیقت حاصل ہوگئی اور اگر کسی شے یا امر کی طرف منسوب .واور یوں کہا جائے تو علم الشئی یا علم الامر تو اس کے معنی ہوں گے کہ اسے اس چیز کی معرفت اور کامل یقین حاصل ہوگیا (۱۶۲) علم اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم، عالم اور علام ہے۔ (۱۶۳) اللہ تعالیٰ کی یہ صفات قرآن حکیم میں بھی بیان ہوئی ہیں ھوالخلاق العلیم (۱۶۴) عالم الغیب (۱۶۵)

قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ لفظ ''علم'' ۸۰ مقامات پر معرفہ اور نکرہ استعمال ہوا ہے، جب کہ اس سے بننے والے الفاظ علم ،یعلم ،یعلمون، علم ،یعلم، علیم اور علام وغیرہ تو سینکڑوں بار آئے ہیں۔ قرآن حکیم میں لفظ عقل اسم یا مصدر کے طور پر کہیں استعمال نہیں ہوا، البتہ اس کا متبادل لفظ ''الالباب'' ۱۶ مقامات اور لفظ ''النھی'' بھی عقول کے معنی میں ۲ بار آیا ہے۔ رہی لفظ ''عقل'' کے مشتقات کے استعمال کی بات تو یہ ۴۹ مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح لفظ ''فکر'' کے مشتقات ۱۸، لفظ ''فقہ'' کے مشتقات ۲۱، لفظ ''حکمت'' کے مشتقات ۲۰ بار اور لفظ ''برہان'' کسی دوسرے لفظ کی طرف منسوب ہوکر یا بغیر کسی نسبت کے ۷ مقامات پر آیا ہے۔ یہ الفاظ ان الفاظ کے علاوہ ہیں جن کا استعمال علم اور فکر کی جگہ ہوا ہے جیسے ''انظروا'' (غور کرو) ''ینظروا'' (گہری نظر سے دیکھتے ہیں) وغیرہ۔ (۱۶۶)

تعلیم کے مقاصد:

تعلیم کی تعریف میں لفظی اور زمانی اختلاف ہے اس لئے کہ ہر زمانہ کے تقاضے و مقاصد کو پیش نظر رکھ کر نظامِ تعلیم مرتب کیا جاتا ہے، اہل ایتھنز کا تعلیمی مقصد منطقی دلائل کے ذریعہ قائل کرنا ہوتا تھا، سقراط و افلاطون کا مقصد دماغی صلاحیتوں کی نشوونما تھا اہل روم کا مقصد مہذب گفتگو پر عبور تھا، اہل اسپارٹا کا مقصد مضبوط جسم فوجی بہادری اور قومی جذبہ پیدا کرنا تھا۔ (۱۶۷) اسلام نے بھی مقاصد تعلیم متعین کر دیئے ہیں تاکہ انسان بامقصد انفرادی و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجتماعی زندگی اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے گزارے۔(۱۶۸) مصر کی مشہور محققہ عطیہ الابرشی کے نزدیک تعلیم کے مقاصد ہیں۔ ا۔اخلاقی تربیت اسلامی تعلیم کا جوہر اور اُس کی روح ہے۔۲۔دینی و دنیاوی زندگی کے سدھار کی یکساں فکر۔۳۔تعلیم کے افادی و نفع بخش پہلوؤں پر خاص زور اور ان کی خاص تاکید۔۴۔سائنس کا سائنس کی غرض سے مطالعہ اور ۵۔پیشہ ورانہ تکنیکی اور صنعتی تعلیم،حصول معاش کے لئے۔(۱۶۹)

اس طرح تعلیم کی اہمیت نہ صرف دینی مقاصد کے لئے ہے دنیاوی زندگی کی بہتری کے لئے بھی ہے اور یوں بھی اسلام میں دین و دنیا کی تفریق نہیں۔ایک مومن اپنی خلوتوں اور جلوتوں میں جہاں! رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً (۱۷۰) اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے۔کہتا اور اپنے رب سے بہتر و کامیاب دنیاوی زندگی کا طالب ہوتا ہے وہاں وہ! وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (۱۷۱) اور آخرت میں (بھی) بھلائی دے۔اور تاکید کردی: وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا۔ (۱۷۲) دین کے ساتھ دنیا میں بھی ترقی کرو راہبوں کی طرح زندگی نہ گزارو۔

یوسف القرضاوی کے نزدیک اسلامی نظام تعلیم کا مقصد ''صالح انسان'' پیدا کرنا ہے۔اس صالح انسان کے اوصاف سورہ العصر کی روشنی میں حسب ذیل ہوں گے۔ا۔ایک صالح انسان ایک صاحب عقیدہ مومن ہوتا ہے۔وہ شخص صالح کہلانے کا مستحق نہیں جس کا دل اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو۔جو اپنی خواہشات کا پجاری ہو اور جس کا عمل بے اعتدالی کا شکار ہو۔ ۲۔یہ صالح مرد مومن اپنی ذات کی اصلاح پر اکتفا نہیں کرتا۔وہ جس دین حق پر ایمان لاتا ہے اس کو اپنی ذات کے خول میں مقید نہیں کردیتا بلکہ تلقین اور دعوت کے ذریعہ اس نور حق کی شعاعوں کو سارے معاشرے تک پھیلانے کی جدوجہد کرتا ہے۔یہی مفہوم وتواصوا بالحق کا ہے۔۳۔اس کے بعد وہ دوسرے اہل حق کو دوش بدوش دعوت حق کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات و شدائد برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔حتیٰ کہ وہ اپنی جان تک کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔وہ مصائب کی تلخیوں،راہ حق کی طوالت اور رکاوٹوں کی کثرت پر صبر و ثبات کا مظاہرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتا ہے اور اس صبر و استقلال کی دوسروں کو بھی تلقین کرتا ہے اور خود بھی دوسروں کی تلقین کو قبول کرتا ہے۔ وتواصوا بالصبر کا یہی مطلب ہے۔ (۱۷۳)

مقاصد تعلیم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں:

اسلام دین فطرت ہے اسلام انفرادیت اور اجتماعیت دونوں کی حمایت کرتا ہے اور دونوں کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔ اسلام میں انفرادیت کو اہمیت حاصل ہے کیونکہ اسلام میں جا بجا بتایا گیا ہے کہ ہر فرد اپنی جزا و سزا کا خود ذمہ دار ہوتا ہے اسے اپنے عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کے روبرو جواب دینا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ'' **ترجمہ** ''قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' (۱۷۴) اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ ایک چیز ہے جو ہر جگہ فرد کی بھلائی کے کام میں آتی ہے جس کو عمل کہتے ہیں اگر عمل صالح ہوگا تو اس دنیا اور آخرت دونوں میں نجات حاصل ہوگی ورنہ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا حساب دے گا۔ یہ احساس فرد میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔

اسلام کے نزدیک تعلیم کا مقصد حقیقت کا علم بہم پہنچانا ہے اگر انسان اللہ تعالیٰ کو پہچان نہ سکے تو یقیناً اس نے تعلیم حاصل نہیں کی اس لیے تعلیم اس چیز کا نام ہے کہ انسان جو کچھ سیکھے اس کا اثر بھی قبول کرے اور غور و فکر بھی کرے۔ قرآن پاک میں آتا ہے أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ۔ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ۔ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ۔ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ۔ (۱۷۵) **ترجمہ** ''تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟'' مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ علم کا ذوق و شوق رہا اور وہ اپنے رسول ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرتے رہے کہ ''علم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔"(۱۷۶)

تزکیہ نفس

اسلام میں تعلیم اور تربیت دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام کے نزدیک "کتاب وحکمت" اور "تزکیہ نفس"، تعلیم کے دو پہلو ہیں اور دونوں کو ساتھ ساتھ انجام دینا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرائض میں یہ دونوں باتیں یکساں طور پر شامل ہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ "هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" (۱۷۷) **ترجمہ** "(اللہ) وہی تو ہے جس نے امیوں کے درمیان خود انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا، جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

علم ایمان کی بنیاد ہے اور ایمان تربیت کی اساس۔ تعلیم تزکیہ نفس کرتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے مقاصد جو قرآن حکیم نے بیان فرمائے ہیں وہ چار ہیں۔

۱۔ تلاوت آیات ۲۔ تزکیہ نفس ۳۔ تعلیم کتاب ۴۔ تعلیم حکمت

قرآن مجید مسلمانوں کا آئین اور ضابطہ حیات ہے اس کتاب پر عمل کرنے سے ہم دین ودنیا میں کامیاب اور کامران ہو سکتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے کہ قرآن مجید سیکھے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔(۱۷۸)

حدیث: دین اسلام کی اصطلاح میں حدیث اس خبر کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول، فعل یا تقریر معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید کے احکامات کو واضح اور عملی طور پر حضور ﷺ نے کر کے دکھایا اس لیے جو عمل آپ ﷺ کے طریقے پر ہوں گے وہ مقبول عمل ہوگا اور جو عمل آپ ﷺ کے راستے سے ہٹ کر ہوں گے وہ غلط ہوں گے۔ اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح احادیث سے طلبہ کو واقف کرائے تاکہ تعلیم کا مقصد حاصل ہو سکے۔(۱۷۹)

اسلام میں تبلیغ کو اہم مقام حاصل ہے۔ دینی ودنیاوی تعلیم کے حصول کے بعد اس اہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فریضہ کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اساتذہ پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بچوں کو اچھی باتوں کا درس دیں اور بری باتوں سے روکیں یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تعلیم دے۔

اسلام نے اجتماعی زندگی کا شعور دیا ہے اور تعمیر انسانیت کی کوشش کی ہے اسلامی تعلیمات میں کردار سازی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ تعلیم کے ذریعے رسول ﷺ کی زندگی کے ایسے پہلو پیش کیے جائیں جو طلبہ کی کردار سازی میں معاون ہو۔(۱۸۰)

طلبہ کو اسلام کی صحیح تعلیم سے آگاہ کرنا آج کی سب سے بڑی ضرورت ہے آج صورتحال یہ ہے کہ بہت سے غلط عقائد اور بدعات مسلمانوں کی زندگی میں داخل ہیں اور انھیں دین کا ایک حصہ بنالیا گیا ہے۔ اسلام کا خوبصورت چہرہ توہمات اور خرافات کے پیچھے چھپ گیا ہے اس بناء پر اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ نئی نسل کے سامنے اسلام کا اصلی حسین چہرہ کو اجاگر کیا جائے۔ رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ ''خبردار دین میں نئی باتوں سے بچ کر رہنا کیونکہ اس قسم کی نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ کی آگ میں لے جائے گی۔''

اسلامی اقدار سے طلبہ کو روشناس کرانا اور ان کی محبت پیدا کرنا دین ودنیا کی ضرورت ہے۔ آج کا دور ذہنی انتشار اور فکر بے راہ روی کا شکار ہے ذرائع ابلاغ اور مغربی نظریات کی یلغار نے نوجوانوں کے ذہنوں کو شل کر کے رکھ دیا ہے ان حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ طلبہ کو مغرب کی ذہنی غلامی سے نکالا جائے یہ مقصد تعلیم کے ذریعے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔(۱۸۱)

اس صفحہ ارضی پر انسان اللہ کی وہ شاہکار مخلوق ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اس نے اسے احسن تقویم پر پیدا کیا اور صلاحیتوں سے مالا مال کیا تعلیم کے ذریعے ان صلاحیتوں کی نشوونما کی جائے(۱۸۲)

اسلامی نظام تعلیم پر ملی ضروریات کی تکمیل یعنی اسلامی تہذیبی اقدار کی منتقلی بھی لازم آتی ہے۔ یہ عمل نہ صرف اتحاد اور بلکہ غیر ملکی طاقتوں کے خلاف جذبہ جہاد بھی پروان چڑھائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گا۔اسلامی تعلیم کا ایک مقصد ملی ضروریات کی تکمیل ہے۔(۱۸۳)

تعلیم ایک جامع اور مسلسل عمل ہے جو چند مقاصد کو سامنے رکھ کر دی جاتی ہے وہ مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

تعلیم وتربیت کے معاشرتی مقاصد:

تعلیم معاشرے کے خدوخال متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے تعلیم کے معاشرتی مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

تعلیم معاشرے کی تعمیر نو اور تنظیم نو کا کام سرانجام دیتی ہے۔معاشرہ تعلیمی عمل کی مدد سے اپنے افراد کو مختلف علوم سے ہنروں سے آراستہ کرتا رہتا ہے۔(۱۸۴)

تعلیمی عمل سے معاشرے کو باکردار شہری ملتے ہیں،شہری قانوں کا احترام کرتے ہیں، جس سے لاقانونیت ختم ہوجاتی ہے۔

تعلیم افراد کے اخلاق وکردار کی تعمیر کرتی ہے۔تعلیم سے فرد اپنے مذہب، خدا، پیغمبروں اور اسلاف کا کارناموں سے آگاہ ہوتے ہیں۔(۱۸۵)

تعلیم وتربیت کے معاشی مقاصد:

تعلیم معاشرے کو معاشی طور پر مستحکم کرتی ہے بلند معیار تعلیم ترقی کی ضمانت ہوتا ہے تعلیم یافتہ افراد ہنرمند ہوکر قومی آمدنی میں اضافہ کرتے ہیں۔تعلیمی عمل سے معاشرہ کے ہنرمند افراد کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے افراد مختلف پیشوں کے ہنر سیکھتے ہیں یہ عمل جاری رہتا ہے یہی لوگ غیر ہندمند لوگوں کو اپنا فن سیکھاتے ہیں اس طرح تعلیم وتعلم کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔(۱۸٦)

تعلیم کے ذریعے افراد مختلف ہنر سیکھتے ہیں ہنرمند افراد قومی وسائل کو بہتر طور پر استعمال میں لاتے ہیں اور صنعتی انقلاب برپا ہوتا ہے۔(۱۸۷)

تعلیم کے سیاسی مقاصد درج ذیل ہیں

تعلیم وتربیت کے سیاسی مقاصد:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم کے سیاسی مقاصد میں قیادت کی تربیت بہت اہم ہے تعلیم یافتہ قائد قوم کی قیادت کرسکتا ہے اچھی لیڈر شپ ملک میں بہتر سیاسی نظام قائم کرسکتی ہے۔

تعلیم کا ایک سیاسی مقصد شہریوں کے کردار اور اخلاق کی تعمیر بھی ہے با کردار شہری معاشرے کے مفید رکن ہوتے ہیں وہ حکومت و دیگر ہم وطنوں سے تعاون کی فضا قائم کرتے ہیں۔(۱۸۸)

تعلیم و تربیت کے ثقافتی مقاصد:

تعلیم کے ثقافتی مقاصد درج ذیل ہیں:

تعلیمی عمل سے ثقافتی ورثے کا تحفظ کیا جا سکتا ہے تعلیم کا فرض ہے کہ وہ معاشرتی ورثے کا تحفظ کرے اور نصاب میں ثقافت کے بارے میں معلومات شامل ہونی چاہیے۔(۱۸۹)

تعلیم کی مدد سے معاشرے کی ثقافت اپنے ارتقاء مراحل طے کرتی ہے۔علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ معاشرہ مطابقت پیدا کرتا رہتا ہے اس طرح ثقافت کی تعمیر نو کا کام جاری رہتا ہے۔(۱۹۰)

تعلیم و تربیت کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

قرآن پاک میں جابجا علم کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور مختلف اسلوب اور پیرائے میں اس کے حصول کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔جس قدر اہمیت اسلام نے تعلیم کی بیان کی ہے شاید ہی کسی مذہب میں بیان کی گئی ہو۔آپ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ بھی پڑھنے ہی کے متعلق تھی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (۱) خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۲) اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (۳) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (٤) عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (٥) **ترجمہ** "(اے نبی ﷺ) پڑھیے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے ۔ پڑھ تیرا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پروردگار بڑا کریم ہے۔ وہی اللہ ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا'' (۱۹۱) تعلیم کے حوالے سے قرآن مجید میں مزید ارشادات درج ذیل ہیں:

وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا (۱۹۲) **ترجمہ** ''اور (اللہ نے) آدم (علیہ اسلام) کو ساری چیزوں کے نام سکھائے''

وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْماً وَعِلْماً (۱۹۳) **ترجمہ** ''اور ہم نبیوں کو حکم اور علم عطا کیا''

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (۱۹۴) **ترجمہ**: ''اللہ تعالیٰ درجات بلند فرماتا ہے انکے جو ایمان لائے اور ان کے جن کو علم ملا ہے'' (۱۹۵)

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ (۱۹۶) **ترجمہ**: ''قسم قلم کی اور تحریر کی جو لکھتے ہیں''

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۱۹۷) **ترجمہ** ''اور اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر اسکے کہ ان کے پاس کوئی علم نہیں''

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (۱۹۸) **ترجمہ** ''کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں''

انبیائے کرام میں سب سے اعلیٰ اور سب سے برتر مقام حضرت محمد ﷺ کا ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام سے زیادہ علم و فضل عطا کیا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم میں اضافے کے لئے تلقین کی اور ارشاد ہوتا ہے کہ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً (۱۹۹) **ترجمہ** ''اور کہیے کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ کر''

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے اسلام میں علم کو بڑی اہمیت حاصل ہے حصول علم ہی سب سے مقدس فریضہ ہے قرآن پاک میں سب سے زیادہ اہمیت و افادیت علم ہی کو حاصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔

تعلیم وتربیت کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

حضرت محمد ﷺ نے تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عائد کیا کہ علم حاصل کریں آپ ﷺ نے فرمایا ترجمہ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''(۲۰۰)

علم کی اہمیت احادیث میں کس قدر آئی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ ہم درج ذیل احادیث سے کر سکتے ہیں۔ ''ماں کی آغوش سے لے کر قبر کی آغوش تک علم حاصل کرو'' (۲۰۱)

''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی رستے میں چلا اس کے لئے میں جنت کا راستہ آسان کر دونگا اور میں دنیا میں جس کی دو آنکھیں چھین لوں گا جنت میں اس کو ان کا بدلہ دوں گا اور علم میں بڑھنا عبادت میں بڑھنے سے بہتر ہے اور دینداری کی جڑ پرہیز گاری ہے''۔ (۲۰۲)

''جو آدمی حصول علم کے راستے پر نکلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ اسان کر دیتا ہے، اگر کوئی کوئی گروہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو اور وہاں یہ لوگ اللہ کی کتاب کو پڑھیں اور افہام وتفہیم کی خاطر باہمی گفتگو کریں تو فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں، اللہ کی طرف سے ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، اس کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور اللہ ان کا تذکرہ اپنے بندوں سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔'' (۲۰۳) ''طلب علم کے لیے جدوجہد کرنے والے پر فرشتے اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ عالم کی عظمت یہ ہے کہ زمین وآسمان کی ہر چیز اس کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں بھی اس کے لیے دعا گو ہوتی ہیں۔ اور ایک اہل علم کو ایک عبادت گزار پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح چاند کو دوسرے تمام ستاروں کے مقابلے میں حاصل ہے اور علماء انبیاء کے ورثاء ہیں۔ انبیاء اپنی وراثت میں درہم ودینا نہیں چھوڑتے بلکہ ان کا ورثہ علم ہوتا ہے۔ جو آدمی اس ورثہ سے حصہ پالے یقیناً اس نے بہت بڑی دولت پالی۔'' (۲۰۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اے ابوذر تمہارا کسی کو ایک قرآنی آیت کی تعلیم دینا ایک سو نفل نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔(۲۰۵)

عالم کو عبادت کرنے والے پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔(۲۰۶)

نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا، ان میں سے ایک عالم تھا دوسرا عابد، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت و برتری عابد پر ایسے ہے جیسے تم میں سے ادنیٰ آدمی پر مجھے فضیلت حاصل ہے۔(۲۰۷)

''ایک عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کی برتری دوسرے ستاروں پر ہوتی ہے۔''(۲۰۸)

ایک فقیہ (عالم) شیطان کے مقابلے میں ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔(۲۰۹)

''جو علم کی طلب میں گھر سے باہر نکل گیا وہ جب تک واپس نہیں آتا اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔(۲۱۰)

''جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے کسی راستہ پر لے جاتا ہے۔''(۲۱۱)

''تعلیم دو اور آسانی پیدا کرو اور مشکل نہ کرو''(۲۱۲)

''بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ اپنے بلوں میں چیونٹیاں اور مچھلیاں بھی لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والوں کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔''(۲۱۳)

''طلب علم کی خاطر ایک صبح یا شام کا نکلنا اللہ کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے۔''(۲۱۴)

''علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ''(۲۱۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے وہ اسے جہاں پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے''(۲۱۶)

''رات کی ایک گھڑی میں علم کا باہم تکرار و تدارس پوری رات عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے۔(۲۱۷)

تجھے اس حال میں صبح کرنی چاہیے کہ تو عالم ہو، علم سننے والا ہو یا علم سے محبت رکھنے والا، اگر کوئی پانچویں صورت اختیار کی تو ہلاک ہو جائے گا۔ عطاء کہتے ہیں کہ مجھ سے مسعر نے کہا: پانچویں چیز کا اضافہ کیا جو ہمارے ہاں نہیں اور پانچویں یہ ہے کہ علم اور اہل علم سے بغض رکھے۔''(۲۱۸)

''انسان جب مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں۔ صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے بعد کے لوگ متمتع ہوں یا صالح فرزند جو اس کے لیے دعا کرے۔''(۲۱۹)(جامع الترمذی)

''سب سے بڑا سخی اللہ تعالیٰ ہے اس کے بعد سب انسانوں میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے، جس نے علم حاصل کیا پھر اس کو پھیلایا یہ شخص قیامت کے دن تنہا ایک امت کے برابر ہوگا۔(۲۲۰)

''اللہ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے مجھ سے سنا پھر اسے پہنچایا جس طرح سنا۔ پس بسا اوقات جسے بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہوتا ہے''(۲۲۱)

عہد نبوی ﷺ میں شرح خواندگی ۸۵ فیصد تک پہنچ گئی تھی۔ جبکہ حالت یہ تھی کہ عرب پڑھنے لکھنے کو عار سمجھتے تھے۔(۲۲۲)

علم دین دو طرح کے ہیں۔ فرض عین اور فرض کفایہ۔

ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ اسلام کے عقائد صحیحہ کا علم حاصل کرے اور طہارت، نجاست کے احکام سیکھنے، نماز، روزہ اور تمام عبادات، جو شریعت نے فرض و واجب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرار دی ہیں ان کا علم حاصل کرے جن چیزوں کو حرام یا مکروہ قرار دیا ہے ان کا علم حاصل کرے۔ جو کام شریعت نے ہر انسان کے ذمہ فرض و واجب کیے ہیں ان کے احکام و مسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔(۲۲۳)

پورے قرآن مجید کے معانی و مسائل کو سمجھنا، تمام احادیث کو سمجھنا اور ان میں معتبر و غیر معتبر کی پہچان پیدا کرنا، قرآن وسنت سے جو احکام و مسائل نکلتے ہیں۔ان سب کا علم حاصل کرنا، اس میں صحابہ و تابعین اور آئمہ مجتہدین کے اقوال و آثار سے واقف ہونا یہ اتنا بڑا کام ہے کہ پوری عمر اور سارا وقت اس میں خرچ کر کے بھی پورا حاصل کرنا آسان نہیں۔اس لیے شریعت نے اس علم کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ بقدر ضرورت کچھ لوگ یہ سب علوم حاصل کرلیں تو باقی سب مسلمان سبکدوش ہو جائیں گے۔(۲۲۴)

تربیت کا مفہوم:

تربیت کے لغوی معنی پالنا پوسنا، زیادہ ہونے اور بڑھنے کے ہیں، یا نشو ونما اور غذا دینے کے ہیں۔لہٰذا ''رب'' کی اصل تربیت ہے۔جس کے معنی ہیں ایک چیز کی نشو ونما ہونا ایک حال سے دوسرے حال میں ڈھلتے ہوئے پورا ہو جانا، اس لیے عربی میں تربیت پر کہا جاتا ہے: ربہ، رباہ، ربیہ اس نے پرورش کی (۲۲۵)۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ باپ نے اپنے بیٹے کی پرورش کی اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس نے اس کو غذا دی

اور وہ نشو ونما پانے لگا۔یعنی اس کی حفاظت، رعایت کی اور پرورش کی (۲۲۶)

نشو ونما، غذا دینا اور رعایت کا مفہوم صرف کھانے پینے تک محدود نہیں ہے، یعنی (عملیہ مادیہ) ہی نہیں بلکہ مکمل عملی ہے اور مربی (جس کی پرورش وتربیت کی جائے) کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو شامل رکھے۔چاہے وہ روحی ہوں یا عقلی یا بدنی۔اس لیے تربیت کے اہم معانی ہیں، تہذیب، بلندی، رفعت مکانی، ترقی اور روح و عقل و جسم کا تزکیہ، سب شامل ہیں (۲۲۷)۔''تربیت عملیۃ'' ایک معتدل، مکمل روح، عقل اور جسم کے تمام پہلوؤں میں صفات عالیہ سے مزین ایک شخصیت کی تشکیل کا نام ہے جو اجتماعی معاشرے میں مقام حاصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر سکے (۲۲۸)

انسان کی تربیت قدرتی بھی ہوتی ہے اور گردو پیش کے حالات و مشاہدات سے بھی دوسروں سے سیکھ کر بھی اور لکھ پڑھ کر بھی ۔لیکن تربیت کی اصل ذمہ داری ایک فرد کی اپنی ہی ہے۔ تربیت کے عمل میں یہ سب سے پہلا اور بنیادی سبق ہے جو ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے ۔ہم جیسا بھی بننا چاہیں ، وہ اپنی کوشش سے اور اپنے عمل سے بنیں گے ۔ (۲۲۹) اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بہت واضح اور صاف طور پر بیان فرمادیا ہے کہ آدمی کے حصے میں وہی کچھ آتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (۲۲۹ الف) ''اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے''

تربیت کے عمل میں سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہ عمر، یہ زندگی، یہ جسم، یہ جان، اگر میں تاجر ہوں تو میری یہ دکان اور کاروبار اور اگر میں کسان ہوں تو میری یہ کھیتی، اس میں جو کچھ پیدا ہوگا، جو فصل اگے گی، وہ میرے ارادے اور کوشش سے ہی اُگے گی۔ (۲۳۰)

قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ: ''وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا '' (۲۳۱) ترجمہ: اور جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے اور ہو وہ مومن تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہوگی۔''

تربیت اپنے شرعی مفہوم کے اعتبار سے ، انسانی نفس کی اصلاح اور اس کے ''روح عقل و جسم'' تمام پہلوؤں کی نشوونما کر کے اس کو حد کمال تک پہنچا دینے کا نام ہے۔

یہی بات اسلاف سے بھی منقول ہے۔مجاہد کہتے ہیں کہ ربانیین وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی تربیت چھوٹے علم سے کرتے ہیں بڑے سے پہلے ۔ یہی لوگ اہل امر و نہی ہیں۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو حکمت کی غذا دیتے ہیں اور اسی پر ان کی پرورش (تربیت) کرتے ہیں (۲۳۲)

''ربانیون'' عربی لفظ ہے جو کہ کشتی کے ناخدا (ربان) کی طرف منسوب ہے۔ یہ لوگ کشتی کو مصلحت کی بنا پر سمندر میں ڈالتے ہیں اور کبھی اسی میں کھڑا بھی کر دیتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔لیکن عرب اپنے زمانہ جاہلیت میں ''ربانیین'' نہ تھے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت پر نہ تھے (۲۳۳)

اسلام میں تربیت کا ہدف یہ ہے کہ ''مکمل شخصیت کا مومن'' بنایا جائے، جو زندگی پر مثبت نظر رکھتا ہو۔ایسا مومن جو قوی ہمت، پختہ عزم کا مالک ہو، دھوکا اور پست ہمتی لاحق نہ ہوسکے۔اسے اگر تن آسانی ملے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اس کے راستے سے جڑا رہے اور تنگی ملے تو اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرے اور ناپسندیدہ امور پر صبر کرے اور پامردی و استقلال سے سامنے آنے والی مشکلات و مصائب کا سامنا کرے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی امیدوں تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمادے (۲۳۴)

ایک بات کی وضاحت ہم شروع ہی میں کردیں کہ جن معنوں میں ہم آج کل تربیت کا لفظ بولتے ہیں ان کے لیے قرآن وسنت نے تزکیہ نفس کا لفظ استعمال کیا ہے۔اسی چیز کو ہم تعمیر سیرت و کردار بھی کہتے ہیں۔انگریزی والے اس کے لیے Training (۲۳۵) کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور تعلیمی حوالے سے تربیتی سرگرمیوں کو غیر نصابی (Extra_Curricular) یا ہم نصابی سرگرمیاں (۲۳۶) (Co-Curricular Activities) کہتے ہیں۔مغرب کے ہاں تربیت کا تصور انتہائی ناقص ہے۔تعلیمی حوالے سے ان کی تربیت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ طلبہ کی فطری صلاحیتیں نکھر جائیں مثلاً بولنے اور تقریر کرنے کی صلاحیت، لکھنے کی صلاحیت یا معاشرتی آداب جیسے صاف ستھرا رہنا، ڈھنگ کے کپڑے پہننا وغیرہ۔وہاں کے مذہبی حلقوں میں تربیت کے حوالے سے اخلاق کا تصور بھی تھوڑا بہت موجود ہے لیکن مذہب اہل مغرب کی زندگیوں سے بڑی حد تک نکل چکا ہے اور ان کی زندگیوں پر اس کے اثرات برائے نام ہیں۔

مغرب کو چھوڑیئے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں بھی تزکیہ و تربیت کا تصور مسخ ہو چکا ہے۔اب ہمارے ہاں مذہبی حلقوں میں تزکیہ و تربیت کا تصور محض اتنا ہے کہ آنکھیں بند کر کے سر جھکا کر اللہ ہو کی ضربیں لگائی جائیں۔ دوسرے لفظوں میں ذکر اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبادات کی کثرت، جہاں تک عقائد، معاملات اور اسلامی اخلاق و آداب کا تعلق ہے انہیں عملاً تزکیہ و تربیت کا جزو نہیں سمجھا جاتا بلکہ مسلم عوام و خواص کا ذوق اتنا بگڑ چکا ہے کہ وہ اسے محض چند مظاہر تک محدود سمجھتے ہیں، خواہ دیگر اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہو جیسے نماز نہ پڑھنا یا صاف ستھرا نہ رہنا وغیرہ۔ سنت نبوی ﷺ سے تزکیہ و تربیت کا جو مفہوم ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ نفس انسان کی ایسی تربیت ہے جو اس کی ساری صلاحیتوں اور قوتوں کو اطاعت رب کا خوگر بنا دے اور اسے رضائے الٰہی کی منزل تک لے جائے، یعنی انسانی صلاحیتوں کی بہترین نشوونما، زندگی کے ہر معاملے اور ہر جزیے میں (خواہ وہ زندگی کا انفرادی پہلو ہو یا اجتماعی اور خواہ داخلی پہلو ہو یا خارجی) نفس، انسانی کی ایسی تربیت کہ اللہ کے احکام کی اطاعت، خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے اور خواہ اخلاق و آداب سے ہو یا معاملات سے، اس کے لیے مرغوب بن جائے اور اللہ کی خوشنودی و رضا اس کی غایت الغایات بن جائے۔ (۲۳۷)

تعلیم وتربیت کے مآخذ:

تعلیم و تربیت کے مآخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جب ہم قران مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلا اور حقیقی معلم خود اللہ تعالیٰ ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (۲۳۸) ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ نے) آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔ اسی طرح سورہ رحمٰن کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کے معلم اول ہونے کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔ الرَّحْمٰنُ (۱) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (۲) خَلَقَ الْإِنسَانَ (۳) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (٤) (۲۳۹) ترجمہ: رحمٰن نے اس قرآن کی تعلیم دی اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ حضرت محمد ﷺ پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی ان میں اللہ تعالیٰ کے معلم ہونے کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (٤) عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (٥) (۲۴۰) ترجمہ: جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا۔ مندرجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالا آیات قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ معلم اول اور معلم حقیقی خود اللہ تعالیٰ ہے ج سنے اپنی رحمت اور مہربانی سے انسان کو علم کی دولت سے سرفراز کیا۔

خاتم رسل، محسن انسانیت، حضرت محمد ﷺ کے سیرت مطہرہ کے بہت سے زریں پہلو ہیں اور ان میں سے ایک انتہائی عظیم پہلو یہ ہے کہ اللہ کریم نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن کریم میں دعائے خلیل علیہ السلام بایں الفاظ ذکر کی گئی ہے۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ترجمہ: اے ہمارے رب؟ انہی میں سے ایک رسول ان کی طرف مبعوث فرمائے جوان کے لیے آپ کی آیات تلاوت کریں، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ نفس کریں۔ یقیناً آپ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔" (۲۴۱) مندرجہ بالا آیات سے چند باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ۱۔ رسول کا پہلا کام اپنی امت کے سامنے تلاوت آیات ہے یعنی اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا گویا رسول اللہ ﷺ کی حیثیت "مبلغ اعظم" کی ہے۔ ۲۔ رسول کا کام محض تبلیغ و پیام رسانی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا کام اس کی تعلیم کا بھی ہے۔ اس تعلیم کے اندر کتاب کی شرح و ترجمانی بھی شامل ہے گویا رسول اللہ ﷺ کی دوسری حیثیت "معلم اعظم" کی ہے۔ ۳۔ امت کو حکمت و دانائی کی تلقین، احکام و مسائل، دین کے قاعدے اور آداب سکھانا بھی رسول کے فرائض میں شامل ہے۔ گویا رسول کی تیسری حیثیت "مرشد اعظم" کی ہے۔ ۴۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک فریضہ لوگوں کا "تزکیہ نفس" کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اخلاق کی پاکیزگی اور نیتوں میں اخلاص پیدا کرنے پر بھی زور دیتا ہے۔ گویا رسول کی چوتھی حیثیت "مصلح اعظم" کی ہے۔ (۲۴۲) یہاں حکمت سے کیا مراد ہے؟ نامور مفسر و مجتہد حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کی تفسیر حلال وحرام کا فہم، دینی تفقہ اور فقہی بصیرت سے کی ہے۔ (۲۴۳) قرآن مجید میں کئی اور جگہوں پر رسول اللہ ﷺ کے متعلق اسی طرح ارشادات فرمائے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (۲۴۴) ترجمہ: جس طرح ہم نے تمہارے درمیان خودتم میں ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

۲۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۲۴۵) ترجمہ: درحقیقت اہل ایمان پر اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہیں میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا، وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، انہیں پاک کرتے تہیں اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔"

۳۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۲۴۶) ترجمہ: وہی (اللہ) ہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ بے شک وہ لوگ ان کی بعثت سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔"

مندرجہ بالا بیان سے یہ خوبی واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دیگر حیثیات کے ساتھ آپ ﷺ کی ایک اہم حیثیت "معلم" کی ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ بہتر تربیت دیتے۔ ان کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیں دور کر کے انہیں اچھا اور پاکیزہ بناتے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اپنے آپ کو معلم بتایا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ" بلا شک وشبہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جھڑ کنے والا بنا کر مبعوث نہیں فرمایا، بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے۔" (۲۴۷)

تربیت نبوی ﷺ کے بنیادی مآخذ:

اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ نبی کریم ﷺ کے منہاج تربیت کا مآخذ کیا تھا تو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے دو بنیادی مآ خذ ہمارے سامنے آتے ہیں ایک وحی اور دوسرے عقل و اجتہاد۔ وحی کو دو قسموں جلی اور خفی یا متلو اور غیر متلو میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی ایک وہ راہنمائی جو ہمارے پاس قرآن حکیم کی صورت میں لفظاً لفظاً بین الدفتین محفوظ و مامون ہے اور جس کی تلاوت بھی باعث ثواب ہے۔ دوسرے وہ راہنمائی جو قرآن کے علاوہ حضور ﷺ کو بذریعہ فرشتہ یا بذریعہ خواب یا بذریعہ کشف و الہام مہیا کی جاتی تھی۔ خود قرآن ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو یہ راہنمائی بھی میسر تھی۔ (۲۴۸) اور چونکہ امت کو مطلقاً بغیر کسی شرط کے حضور ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

۱۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (۲۴۹) اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول ﷺ کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

۲۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا (۲۵۰) اور رسول (ﷺ) تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔

بلکہ اسی سے رضائے الٰہی کو مشروط کیا گیا ہے:

۳۔ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (۲۵۱) اے نبی ﷺ! آپ ﷺ ان لوگوں سے کہیں کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا

کسی مومن مرد یا عورت کے لیے گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کریں تو پھر ان کے لیے اس میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی میں جا پڑے گا۔"

بلکہ اسے دوسری جگہ کفر (یعنی نقیض ایمان) قرار دیا:

۴۔ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (۲۵۲)

اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں سے کہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو اللہ ایسے کافروں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

یہی وجہ ہے کہ وحی خفی سنت رسول ﷺ کے حجت و فرض ہونے پر امت کا اتفاق اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجماع ہے اور اس کا انکار نہیں کیا سوائے اکا دکا کسی فرد یا گروہ کے، جن کی گمراہی پر امت متفق ہے۔

تربیت کے نبوی منہاج کا دوسرا مآخذ عقل و اجتہاد ہے۔ وہ امور جن میں نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ راہنمائی میسر نہیں ہوتی تھی ان میں آپ اللہ کی دی ہوئی فراست اور عقل سلیم سے لوگوں کی تربیت کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے اس طرح کے فیصلے بھی قرآنی احکام کی روشنی میں، نصوص قرآن سے استنباط کرتے ہوئے اور شریعت کے مقاصد عمومی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کرتے تھے اور قرآن اس امر کی وضاحت بھی کر چکا ہے کہ حضور ﷺ کا ہر قول مبارک ضیغ وہویٰ سے پاک ہوتا تھا۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (۳) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ (۲۵۳) وہ (پیغمبر) اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے۔

تاہم ان امور میں بشری تسامح کا امکان موجود تھا لیکن چونکہ آپ کو وحی کی راہنمائی ہر وقت میسر تھی لہٰذا اگر آپ ﷺ سے کوئی خلاف اولیٰ بات ہوتی تو وحی جلی اس کی تصحیح کر دیتی تھی چنانچہ قرآن حکیم کے مطابق کئی دفعہ ایسا ہوا۔ (۲۵۴) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا اجتہاد دو استنباط بھی ہر قسم کی غلطی سے پاک ہوتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ کے اجتہادات کے بارے میں ثقہ علما کی رائے یہی ہے کہ وہ بھی امت کے لیے حجت ہیں۔ (۲۵۵) اور وجوب کا درجہ رکھتے ہیں۔ مندرجہ بالا مختلف بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبوی منہاج تربیت کے دو مآخذ تھے قرآن و اجتہاد اور دونوں مکمل شرعی استناد کے حامل تھے۔

تعلیم اور تربیت میں فرق:

تربیت کے عمل اور تعلیم میں ایک ایک جہت سے فرق ہے۔ تعلیم، تربیت کے ایک جزء کی طرح ہے۔ جبکہ تربیت تعلیم پر بھی مشتمل ہے۔ اس کا الٹ کہیں تو صحیح نہ ہوگا۔ تربیت اسلامیہ وہ محنت ہے جو یہ ہدف رکھتی ہے کہ تمام قوائے انسانی کو مختلف وسائل اور مشروع اسلوب سے مکمل اور باوزن نشوونما عطا کرے تاکہ انسان اپنے معاشرے کا ایک اچھا فرد بن سکے۔ یہ تربیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کے تمام پہلوؤں روح، عقل، بدن سب کو شامل ہے(۲۵۶)۔اسلام خود بھی اچھے انسان پیدا کرنے کی سعی کرتا ہے تاکہ انسان کا کردار زمین پر اچھا ہو اور زندگی اسی نہج پر اسی ترتیب سے گزرے جو اس کے لیے لکھی گئی ہے۔ اسی تربیت کے تحت وہ زمین پر چل تو رہا ہوگا اور اسی وقت وہ اپنی روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوگا(۲۵۷)

البتہ تعلیم کی محنت، یہ تربیت کاملہ کی محنت کا جزء ہے اور یہ عقل کی نمو، اس کی صفائی اور نکھار اور زندگی کی لازمی معرفت اور مہارتوں کے حصول کی قوت فراہم کرتی ہے۔ اسی طرح اچھی صنعت وحرفت کے حصول اور بے کار اور مہمل فنون سے بچنے کا سلیقہ دیتی ہے(۲۵۸)۔

تربیت کا عمل، تعلیم کے عمل اور محنت سے زیادہ وسیع اور جامع ہے۔ کیونکہ تربیت کا ہدف انسان کے تمام پہلوؤں کی نشوونما اور ان کا نکھار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور علم کے ساتھ جو بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک زمین پر بارش برسی ہو اور وہاں زمین کا ایک اچھا حصہ پانی قبول کر کے گھاس اور جڑی بوٹیاں اگا دے۔ اور زمین کا گڑھے والا حصہ پانی کو روکے رکھے، جس سے لوگ پانی پئیں اور اپنی زمینوں اور مویشی کو پلائیں۔ سیراب کریں اور زمین کا ایک حصہ بنجر ہو جو نہ پانی کو روکے اور نہ جڑی بوٹیاں اگائے۔"

یہ مثالیں ہیں ان لوگوں کی کہ کسی نے دین کی سمجھ حاصل کی اور اس چیز نے جو مجھے اللہ نے دے کر بھیجا، اسے نفع پہنچایا۔ لہٰذا اس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ دوسری مثال اس شخص کی ہے جس نے اس کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہ کیا جو مجھے دے کر بھیجا گیا(۲۵۹)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مثال دی ہے کہ وہ جو دین لے کر آئے ہیں، اس کی مثال اس سالانہ بارش کی ہے جو لوگوں کی ضرورت کے وقت برسی ہو۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگوں کا یہی حال تھا۔ تو جس طرح بارش مردہ زمین کو زندگی بخش دیتی ہے اسی طرح دینی علوم مردہ دل کو زندگی بخش دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے سننے والوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مین کی مختلف قسموں کی مثال دی کہ جن پر بارش برستی ہے، تو جو شخص عالم باعمل اور معلم ہے اس کی مثال پاک اور اچھی سرزمین کی جو پانی پی لے اور خود فائدہ اٹھا کر بیل بوٹے پیدا کرے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو اپنے زمانے کا علم میں مستغرق رہنے والا شخص ہو لیکن وہ خود اس کے نوافل پر عمل نہیں کرتا یا جمع کیے علم میں سمجھ حاصل نہیں کرتا، لیکن وہ دوسروں کو یہ علم دیتا ہے تو یہ اس زمین کی مثال ہے جو پانی جمع کر کے خود تو نہیں پیتی مگر لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جو اس ارشاد نبوی ﷺ کا مصداق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو میری بات سن کر اس کو اسی طرح دوسرے تک پہنچا دے (۲۵۹الف)

ایک وہ شخص ہے جس نے علم سنا مگر اسے یاد نہ رکھا اور نہ اس پر عمل کیا اور نہ کسی اور کو دیا، تو ایسا شخص اس بنجر اور چٹیل زمین کی طرح ہے جو نہ پانی پیتی ہے، بلکہ دوسروں کے لیے پانی گندا کر دیتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے پہلے دو قسم کے لوگوں کی ایک ساتھ مثال اس لیے دی کہ وہ اس سے نفع پہنچانے میں مشترک ہیں اور آخری اور مذموم کی مثال الگ اس لیے دی کہ اس سے کوئی نفع نہیں پہنچتا (۲۶۰)

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں تربیت اور تعلیم دونوں محنتوں کو جمع فرما دیا ہے اور اعلیٰ طبقہ، عالم باعمل معلم کو قرار دیا ہے ور دوسرا مرتبہ اس عالم اور معلم کا ہے جو سنی ہوئی حدیث و حکمت، کو بغیر کسی لفظی یا معنوی تحریف کے دوسروں تک پہنچا دے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں طبقوں کی مدح اس لیے فرمائی کہ یہ دونوں تربیت اور تعلیم کی محنتوں کو جمع کرتے ہیں اور تیسرے کی مذمت اس لیے فرمائی کہ اس میں ان دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ جب تعلیم اور تربیت میں فرق ہے تو تعلیم صرف معلومات کا انبار ہے اور محض اس انبار سے ایک معتدل، مکمل شخصیت انسانی کی تشکیل میں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ (۲۶۱)

لہٰذا ضرورت ایک مربی کامل کے سامنے یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ وہ تعلیم اور تربیت دونوں محنتوں سے کام لے اور ایک باکمال معتدل شخصیت بنانے میں ان دونوں سے مدد لے۔ وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معلم جو صرف دروس اور معارف کی تلقین میں لگا ہے وہ مربی کامل نہیں ہو سکتا (۲۶۲)۔ اس لیے تعلیمی اداروں پر اور خاص طور سے ان اداروں پر جو کتاب و سنت کی تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں کہ وہ تعلیمی نظریاتی پہلو کے ساتھ ساتھ تربیتی پہلو کو بھی اہمیت دیں۔ اس طرح نظریاتی تعلیم کے ساتھ اس علمی پہلو کو اختیار کرنے سے اس علم کا جوڑ ہو جائے گا۔ جس کے راستے سے اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ (۲۶۳)

نبی کریم ﷺ ان اپنے صحابہؓ کو علم حاصل کرنے کی ترغیب فرمائی اور تفقہ فی الدین کی دوسرے علوم پر فضیلت شوق دلانے والے، دلوں کے پسندیدہ طریقے سے بیان فرمائی۔ حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور میں علم بانٹنے والا ہوں اور اللہ دے رہا ہے اور جب تک یہ امت اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی انہیں مخالف نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر واقع ہو جائے۔ (۲۶۴)

یہ حدیث تین جملوں پر مشتمل ہے: ا۔ دین کی سمجھ کی فضیلت پر جیسا کہ واضح ہے۔ ب۔ دینے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے۔ فرمایا کہ میں بانٹنے والا ہوں۔ اللہ دے رہا ہے۔ ج۔ امت کی ایک جماعت حق پر ہمیشہ قائم رہے گی، جیسا کہ تیسرے حصہ سے واضح ہے۔
حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ پہلا جملہ ابواب علم کے لائق ہے اور دوسرا جملہ صدقات کے لائق ہے۔ اس لیے امام مسلم نے اسے کتاب الزکوۃ میں رکھا ہے اور امام بخاری نے ''مال غنیمت کے خمس'' کے باب میں نقل کیا ہے۔ تیسرا جملہ قیامت کی علامت کے باب کے لائق ہے۔ اس لیے امام بخاری نے اسے باب الاعتصام میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ یہ جملہ اس مسئلے پر اشارہ کرتا ہے کہ زمانہ مجتہد کے وجود سے خالی نہ ہوگا۔ پھر علامہ نے لکھا ہے کہ یہ تینوں جملے ابواب علم سے بھی متعلق ہیں۔ اس طرح کہ خیر کو دین کی سمجھ حاصل کرنے والے کے لیے ثابت کیا جائے اور یہ کہ علم صرف محنت سے ہی حاصل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے علم کھول دے اور جس پر اللہ تعالیٰ یہ علم کھولتا ہے اس قسم کے انسان ہمیشہ موجود رہتے ہیں حتیٰ کہ قیامت واقع ہو جائے۔ (۲۶۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دین کی سمجھ حاصل نہ کرے یعنی قواعد اسلام کو نہ سیکھے (اور دیگر اس کی فروعات وغیرہ کو)، تو وہ شخص خیر سے محروم ہو گیا۔ اس لیے کہ جو شخص اپنے دینی امور کو نہیں جانتا وہ نہ تو فقیہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی فقہ کا طلب علم۔ اس لیے یہ کہنا درست ہوگا کہ اس شخص سے خیر کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ اس میں علماء کی عام لوگوں پر کھلی فضیلت کا بیان ہے۔ اسی طرح تفقہ فی الدین کی دوسرے علوم پر فضیلت کا بیان ہے۔ (۲۶۶)

اس حدیث میں صحابہ کرامؓ کو تربیت دی گئی کہ وہ علم اور تفقہ حاصل کرنے میں محنت اور کوشش کریں۔ اللہ سے تعلق جوڑیں، اسی سے مدد مانگیں اور یہ کہ علم کھولنے کو اسی سے مانگیں کیونکہ اللہ ہی دینے والا ہے۔ وہ جسے دے اسے کوئی نہیں روک سکتا اور جس سے روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اور وہ جو فیصلہ کر لے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس لیے اللہ کی طرف دعوت دینے والے حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی تربیت اور ان کے دلوں کو اللہ سے جوڑنے کے لیے رسول اکرم کا طریقہ تربیت اختیار کریں اور اپنے متبعین کو دین کی سمجھ پر تربیت دیں اور اللہ کی ہدایت کی طرف راغب کرے ان کے دلوں کو اللہ کی طرف جوڑ دیں تا کہ متبع اللہ کے سوا کسی سے امید نہ لگائے، اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور اس کے سوا کسی سے مدد و نصرت نہ مانگے اور اللہ سے ایسا تعلق رکھے جیسے کسی محتاج اور معذور کا، ''جس کے تمام اسباب منقطع ہو گئے ہوں''۔ (۲۶۷)

تعلیم وتربیت پر اثر انداز ہونے والے عوامل:

تعلیم وتربیت پر متعدد عوامل اثر انداز ہوتے ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

۱۔ والدین: بچوں کے بناؤ اور بگاڑ پر سب سے زیادہ اثر انداز والدین ہوتے ہیں کیونکہ بچوں کی شخصیت میں وہی رنگ و روغن بھرتے ہیں۔ شکل وصورت کی طرح ان کے اخلاق وعادات، خیالات ومعتقدات، جذبات ومیلانات تک پر والدین ہی کا پرتو پڑتا ہے۔ بچے جو کچھ والدین خصوصاً ماں کی گود میں سیکھ لیتے ہیں، ساری زندگی اس کی گہری چھاپ برقرار رہتی ہے اسی لیے تربیت کی اصل ذمہ داری انہی پر ڈالی گئی ہے اور ضمن میں براہ راست اور سب سے زیادہ انہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے باز پرس ہوگی۔(۲۶۸)

۲۔گھر :تعلیم و تربیت کا اولین اور اہم ترین ادارہ گھر ہے۔ پیدائش سے لیکر چار پانچ سال کی عمر تک بچے کی ساری چلت پھرت گھر کی چہار دایوری تک محدود رہتی ہے۔گھر کے افراد اور گھریلو ماحول کا جو اثر بچہ قبول کرتا ہے وہ بہت ہی دور رس اور انتہائی اہم ہوتا ہے۔یہیں وہ اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا غرض سب کچھ سیکھتا ہے یہیں اسے وہ حقیقی محبت و شفقت، ہمدردی و تعاون اور آسائش و ناز برداری نصیب ہوتی ہے جو اس کی تربیت و پرورش کے لیے نہایت ضرری ہے۔(۲۶۹)

۳۔مدرسہ :تعلیم و تربیت پر اثر انداز ہونے والا تیسرا سب سے مؤثر عامل مدرسہ ہے۔بچوں کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو ہم آہنگی کے ساتھ پروان چرھانے کی ذمہ داری اسی کے سپرد ہوتی ہے۔ بچے جو کچھ مدرسے کے باہر سیکھتے ہیں اس میں نہ تو کوئی نظم وضبط ہوتا ہے اور نہ ترتیب، مدرسہ ایک منظم ادارہ ہوتا ہے جو باصلاحیت اساتذہ کی مدد سے ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ بچوں کو تعلیم دیتا ہے اور ان کی سیرت و شخصیت کو سنوارتا ہے۔ یہاں بچے کی سیرت و شخصیت پر جو نقوش ثبت ہوتے ہیں وہ زندگی بھر قائم رہتے ہیں۔(۲۷۰)

۴۔قریبی ماحول :یہ چوتھا اہم عامل ہے۔بچوں کی تعلیم و تربیت پر ان کے ماحول کا بھی بہت گہرا اثر اپڑتا ہے۔ بچہ جس جغرافیائی ماحول میں رہتا ہے جس طرح کے مناظر سے دوچار ہوتا ہے، جس طبقے سے تعلق رکھتا ہے، جن بچوں کے ساتھ کھیلتا کودتا اور اٹھتا بیٹھتا ہے ان سب کا مجموعی اثر قبول کرتا ہے۔ ماحول اگر اچھا ہو تو مدرسہ اور گھر دونوں کی کوششیں بارآور ہوتی ہیں ورنہ دونوں کو بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ بسا اوقاتی بھلے گھروں کے بچے اور معیاری مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بھی باوجود ہر طرح کی کوششوں کے برے ماحول کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی اٹھان مطلوبہ نہج پر نہیں ہو پاتی۔(۲۷۱)

۵۔معاشرہ :انسان عموماً اپنے ماحول اور معاشرہ ہی کی پیداوار ہوتا ہے۔ بہت کم افراد ایسے انقلابی ذہن کے [illegible] ہیں یا براہیمی نظر رکھتے ہیں جو اپنے گردوپیش سے بلند ہو کر کچھ سوچ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فکر کر سکیں۔ معاشرے میں جن چیزوں کو چلن ہوتا ہے افراد بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر انہی کو اپنا لیتے ہیں۔ آج کے معاشرے میں متعدد عناصر سرگرم عمل نظر آتے ہیں اور افراد پر اپنے اچھے برے نقوش ثبت کرتے رہتے ہیں۔ (۲۷۲)

۶۔ حکومت یا مملکت: مملکت کا دائرہ اختیار دن بدن وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ اجتماعی امور سے آگے بڑھ کر اب وہ انفرادی زندگیوں میں بھی دخل دینے لگی ہے اس کے وسائل وذرائع بہت وسیع ہیں۔ شہریوں کی زندگی کا کوئی شعبہ اس کے اثرات سے خالی نہیں۔ چنانچہ تعلیم وتربیت کا بھی یہ سب سے بڑا اور سب سے مؤثر عامل ہے۔ (۲۷۳)

معلم کا مفہوم:

لفظ ''معلم'' کا ماخذ عربی زبان کا سہ حرفی لفظ ''علم'' (ع ل م) ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو سمجھنا اور اس سے واقفیت حاصل کرنا یہ سمجھ اور واقفیت مسلسل غور وفکر اور تجربے سے حاصل ہوتی ہیں اس طرح معلم کے معنی ہوں گے علم دینے والا سمجھانے والا اور واقف کرانے والا خبر دینے والا اسی بات کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ معلم وہ جو سننے والے کے ذہن کو متحرک رکھے اور اسے نئی معلومات فراہم کرے اسے وہ سب کچھ بتائے جو وہ نہیں جانتا۔ (۲۷۴)

جب ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلا اور حقیقی معلم خود اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔ ''اور اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔'' (۲۷۵) اللہ نے اپنی مہربانی سے قرآن مجید کی تعلیم دی اور اس کا معلم خود اللہ تعالی ہے چونکہ اللہ تعالی کا کلام حضور ﷺ کی زبان مبارک سے جاری ہوا اس لیے اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے خود حضور ﷺ کو قرآن مجید کی تعلیم دی اور آپ ﷺ کے توسط سے اپنے بندوں کی تعلیم ورہنمائی کا اہتمام کیا۔ اس نے انسان کو عقل وشعور فہم وادراک اور تمیز وارادہ کے ساتھ اظہار مافی الضمیر کی صلاحیت عطا کی اور قران مجید کو ذریعہ تعلیم بنایا۔

اللہ تعالی نے اپنی رحمت ومہربانی سے بھٹکے ہوئے انسانوں کی ہدایت وہ رہنمائی کے لیے ہر دور اور ہر زمانہ میں نبی ورسول بھیجے جن میں سب سے آخری نبی ورسول حضرت محمد ﷺ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں جن پر نبوت ختم ہوگی۔حضور اکرم ﷺ نے خود بھی اپنے آپ کو ''معلم'' بتایا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ **انما بعثت معلما ترجمہ** ''بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ نبی اکرم ﷺ بہترین اور مثالی معلم تھے۔آپ ﷺ کی تعلیمات ہمارے لیے حرز جان اور قابل تقلید و اطاعت ہیں۔بلاشبہ آپ ﷺ کو اللہ نے ایک عظیم معلم بنا کر مبعوث فرمایا چنانچہ یہ عظیم معلم و مربی، جس کے چشمہ تعلیم و تربیت سے چند قطرے حاصل کرنے کے لیے لاتعداد اقوام نے اس دین محمدی کا انتخاب کیا اور دنیا کے گوشے میں ایسی سینکڑوں اقوام موجودہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کی اتباع اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کے لیے ہمہ تن اطاعت اور فرماں برداری کے لیے کمربستہ رہتی ہیں۔(۲۷۶)

تعلیم و تربیت کا باہمی تعلق تعلیماتِ نبوی ﷺ کے تناظر میں:

آیئے معلم اعظم، مثالی معلم، مدینۃ العلم، استاذ و مربی اور اعلیٰ ترین معلم انسانیت ﷺ کے چند حکیمانہ اصول تربیت کا مطالعہ کریں تاکہ ہم بھی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ان کو اپنے سامنے رکھ سکیں۔

رسول اکرم ﷺ کا انداز تعلیم و تربیت نہایت حکیمانہ تھا۔حکمت کا تقاضا ہوتا ہے کہ معاشرے میں موجود خرابی بھی دور ہو جائے، اللہ اور رسول ﷺ کی منشا بھی پوری ہو جائے اور اصلاح ایسے طریقے سے ہو جائے کہ کسی کو کوئی شکایت بھی نہ۔حضرت محمد ﷺ کا انداز تعلیم و تربیت کس قدر حکیمانہ تھا، اس کا اندازہ ہم مختلف واقعات سے کر سکتے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ یہ تعلیمات پوری دنیا میں پھیل گئیں اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئیں۔(۲۷۷) نبی کریم ﷺ دعوتی اور تربیتی طریقوں میں دانائی اور حکمت کو پیش نظر رکھتے تھے۔آپ ﷺ کوئی بھی ایسا لفظ زبان سے نہ نکالتے اور نہ کوئی ایسی روش اختیار فرماتے جس سے مخاطب کوئی غلط تاثر قبول کر لے، اس کے اندر بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہو یا وہ کسی ردعمل کا شکار ہو جائے۔آنحضور ﷺ کی پوری دعوتی اور تربیتی زندگی حکمت سے بھری ہوئی ہے۔(۲۷۸) آپ ﷺ کے حکیمانہ اصولوں اور طریقوں کو تربیت دینے کے لیے الگ سے ایک ضخیم تالیف کی ضرورت ہے۔یہاں پر صرف چند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نمایاں اور اہم پہلوؤں کی جانب اشارہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ اس بات کا بھرپور خیال رکھتے کہ اگر کسی کی کوتاہی علم میں آجائے تو اس کو اس انداز سے نہ ٹوکا جائے کہ اسے برا محسوس ہو یا اس کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کرتے۔ انفرادی طور پر متنبہ کرنے کے بجائے کسی مجمع کو خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ اس کی کوتاہی کی طرف اشارہ فرما دیتے۔ غلطی کرنے والے کو احساس ہو جاتا اور وہ اس کو ترک کر دیتا اور اسے یہ بھی محسوس نہ ہو پاتا کہ یہ بات خاص طور سے مجھ ہی سے کہی جا رہی ہے۔ گویا کہ براہ راست سمجھانے کے بجائے اجتماعی طور پر سمجھانے کا طریقہ اختیار فرماتے۔

ایک بار رسول ﷺ کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کی بتائی ہوئی عبادات کو کم سمجھ کر غلو اختیار کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔۔۔ کسی نے کہا کہ میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کسی نے عزم کیا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ کسی نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ جب آپ ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ ﷺ نے ان سے براہ راست گفتگو کرنے کے بجائے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا بات ہے کہ کچھ لوگ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں حالانکہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ سوتا بھی ہوں اور نماز کے لیے کھڑا بھی ہوتا ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں اور شادیاں بھی کرتا ہوں۔ پس جو شخص میری سنت کو پسند نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں۔" (۲۷۹)

جب کچھ لوگوں کی غیر اسلامی روش اور غیر اسلامی طرز فکر رسول خدا ﷺ کے علم میں آئیں تو آپ ﷺ نے اجتماعی طور پر خطاب کرتے ہوئے اس غلط طرز فکر کی اصلاح فرما دی۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ عام حضرات کے سامنے بھی اسلام کا صحیح طرز فکر آ گیا۔ لوگوں کو غلو پسندی کے بجائے اعتدال کی راہ معلوم ہو گئی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آنحضور ﷺ کسی غلطی کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لیے زبان سے کچھ نہ کہتے بلکہ اشارہ فرما دیتے اور غلطی کرنے والے کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا۔ بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موقعوں پر یہ اشارہ زبانی ہدایت سے زیادہ موثر اور نصیحت آموز ہوتا۔ ایک بار حضرت فضلؓ سواری پر آنحضور ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی۔ حضرت فضلؓ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضلؓ کو دیکھنے لگی۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے حضرت فضلؓ کا چہرہ دوسری طرف کر دیا۔ (۲۸۰)

اس موقع پر زبان سے کوئی بات کہنا مصلحت و حکمت کے خلاف تھا۔ کس انداز سے بات کہی جائے؟ دونوں میں سے کس کو مخاطب بنایا جائے؟ کن الفاظ کا استعمال کیا جائے؟ اگر نہایت احتیاط کے ساتھ الفاظ استعمال کیے جائیں تب بھی جذبہ خودداری کو ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ اس کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے نہایت حکیمانہ طریقہ اختیار فرمایا۔ بہت آہستہ سے حضرت فضلؓ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کا رخ دوسری جانب کو کر دیا۔ سمجھنے والا رسول اللہ ﷺ کے اشارہ کو سمجھ گیا۔ یقیناً حضرت فضلؓ کو اپنی کوتاہی کا احساس بھی ہوا ہوگا اور آنحضور ﷺ کے حکیمانہ طریق توجہ کا اچھا اثر بھی پڑا ہوگا۔

ہر وقت نصیحت کرتے رہنا اکتاہٹ اور کبھی کبھی ردعمل کا باعث بن جاتا ہے۔ روزانہ یا بار بار ٹوکنے یا نصیحت کرنے سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آنحضور ﷺ کے بارے میں وضاحت کے ساتھ آتا ہے کہ آپ ﷺ ناغہ کر کے وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں۔ آپ ﷺ کی حکمت و دانائی کا ایک پہلو یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ محسوس کرتے کہ زبانی بات زیادہ موثر یا مفید ثابت نہیں ہوسکتی یا سوال کرنے والے کا ذہن پوری طرح مطمئن نہیں ہوسکتا تو آپ ﷺ عملی طور پر کر کے دکھاتے۔

☆ ایک بار نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر امامت کی تاکہ لوگ آپ ﷺ کے طریق نماز کو واضح طور پر دیکھ سکیں اور پھر آپ ﷺ ہی کی طرح نماز پڑھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا: ''اے لوگو! میں نے ایسا اس لیے کیا ہے تاکہ تم میری پیروی کرو، اور دوسروں کو میری نماز سکھاؤ۔'' (۲/۱)

☆ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ میں ریشم لی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور داہنے ہاتھ میں سونا۔ ہاتھوں میں لے کر ان دونوں کو اوپر اٹھایا اور فرمایا: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لیے حلال ہیں۔'' (۲۸۲) اس حدیث میں آنحضورﷺ نے سونے اور ریشم کی حرمت واضح کرنے کے لیے لوگوں کو ریشم اور سونا اوپر اٹھا کر دکھایا تا کہ ان کی حرمت کی وضاحت ہو جائے اور لوگوں کے دلوں میں ان سے اجتناب کی اہمیت بیٹھ جائے۔

☆ رسول خداﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا۔ ''کیف الطھور'''' (اے اللہ کے رسولﷺ) وضو کیسے کیا جائے؟'' رسول اللہﷺ اگر وضو کی ترکیب اور طریقہ زبانی بتا دیتے تو سوال کا جواب مکمل ہو جاتا مگر آپﷺ نے زبانی بتانے کے بجائے ایک برتن میں پانی منگوایا اور پورا وضو کر کے دکھایا تا کہ پوچھنے والا عملی طور پر وضو کے طریقہ اور ترکیب کو دیکھ لے اور اس کے بھول جانے یا کمی بیشی کر دینے کا کوئی خدشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ آپﷺ نے وضو مکمل کر کے فرمایا: ''جس شخص نے اس (وضو) میں کچھ بڑھایا یا کوئی کمی کی تو اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔'' (۲۸۳)

☆ ایک روز سیدنا معاذ بن جبلؓ نے ایک بکری ذبح کی اور اس کی کھال اتار رہے تھے۔ رسول اللہﷺ ان کے پاس سے گزرے۔ دیکھا کہ انہیں کھال اتارنے کا طریقہ اور ڈھنگ نہیں آ رہا۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا: معاذ! ہٹ جاؤ، میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ کھال کیسے اتاری جاتی ہے۔ پھر سرکار دو عالمﷺ نے اس بکری کی کھال اتار کر دکھائی پھر فرمایا: '' اے نوجوان! اس طرح کھال اتارا کرو۔'' (۲۸۴)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی مسجد میں آیا، اس نے دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر کہنے لگا اے اللہ مجھ پر اور محمدﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر نہ فرما۔ آپﷺ نے توجہ فرمائی اور کہا تو نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔ پھر جلدی میں اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف دوڑے تو آپﷺ نے فرمایا: تمہیں آسانی کرنے والا بنایا گیا ہے مشکل پسند نہیں اس پر پانی کا ایک ڈول بہا دو'' (۲۸۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر حکمت ودانائی کا تقاضا ہوتا تو آپ ﷺ بات زوردار لب ولہجہ میں فرماتے۔کبھی قسم کھا کر اپنی بات کی اہمیت واضح کرتے،کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب کسی بات پر زیادہ زور دینا چاہتے تو بار بار قسم کھاتے۔

''رسول ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم وہ مومن نہیں،اللہ کی قسم وہ مومن نہیں،اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔'' (۲۸۶)

آپ ﷺ اگر ضرورت محسوس کرتے اور وقت متقاضی ہوتا تو نہایت اثر انگیز انداز میں خطاب فرماتے۔حضرت عرباض بن ساریہؓ کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایسا وعظ فرمایا کہ ہمارے جسم سوز وتپش سے جل اٹھے۔آنکھیں بہہ پڑیں اور دل لرز اٹھا۔'' (۲۸۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک بار آپ ﷺ نے سوز وگداز میں ڈوب کر اس طرح خطاب فرمایا کہ جس منبر پر آپ ﷺ کھڑے تھے وہ لرزنے لگا۔ہم نے یہ کہا کہ یہ منبر اب گر جائے گا۔(۲۸۸)۔وعظ ونصیحت میں یہ سوز وگداز اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب اپنے مخاطبین سے بے پناہ محبت ہو،ان کی خیر خواہی کا خیال ہو،ان کے لیے داعیانہ تڑپ اور بے چینی ہو،خلوص کے جذبات کارفرما ہوں۔آپ ﷺ اپنے اصحاب کی تعلیم وتربیتؓ کے لیے جو انداز اور طریق اختیار فرماتے اس میں حکمت ودانائی کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوتا۔

تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں آپ کی ایک خاص حکمت یہ بھی رہی ہے کہ زیادہ لمبی بات،اکتا دینے والے وعظ سے گریز فرماتے۔مختصر سے مختصر الفاظ میں اپنے مدعا کو بیان کرنے کی کوشش کرتے تا کہ سننے والے کے ذہن میں بات اچھی طرح بیٹھ جائے اور اگر آدمی ازبر کرنا چاہے تو آسانی سے ازبر کر سکے۔چنانچہ احادیث میں بہت سے آپ ﷺ کے جملے ایسے ملتے ہیں جو الفاظ کے اعتبار سے بہت مختصر ہیں۔مگر ان میں معانی کا ایک سمندر پنہاں ہے۔اصطلاح میں اس طرح کے کلمات کو ''جوامع الکلم'' کہا گیا ہے۔آپ ﷺ کی گفتگو جامع کلمات کے ساتھ ہوتی (الفاظ کی بہ نسبت معانی زیادہ ہوتے) آپ ﷺ کا کلام جدا جدا ہوتا نہ اس میں کوئی زائد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فضول بات ہوتی اور نہ (ایسی) کمی ہوتی (کہ مطلب نہ سمجھ آسکے) (۲۸۹) مثال کے طور پر ہم چند ''جوامع الکلم'' یہاں نقل کرتے ہیں، تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں نپی تلی بات کو کس کس انداز سے کہنا چاہیے۔

۱۔ خیرُ الامورِ عوازِمُها شرُّ االعمي عمیَ القلبِ۔ **ترجمہ**: ''بہترین معاملہ وہ ہے جس کا عزم کرلیا گیا ہو۔ سب سے برا اندھا پن دل کا اندھا پن ہے۔''

۲۔ خیرُ العلمِ مانفعَ الیدُ العُلیا خیر منَ الیدِ السّفلیٰ۔ **ترجمہ**: ''بہترین علم وہ ہے جو نفع بخش ہو۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

۳۔ شرُّ الندامةِ یوم القیامةِ **ترجمہ**: ''قیامت کے روز لاحق ہونے والی پشیمانی سب سے بڑی پشیمانی ہوگی۔''

۴۔ خیرُ الغنیٰ غنیٰ النفسِ **ترجمہ**: بہترین مال داری دل کی مالداری ہے۔ (۲۹۰)

۵۔ الشبابُ شعبة منَ الجنونِ۔ (۲۹۱) **ترجمہ**: نوجوانی پاگل پن کا ایک دور ہے۔

۶۔ المرء مع من احب (۲۹۲) **ترجمہ**: ''انسان کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھے گا۔''

۷۔ کل معروف صدقة (۲۹۳) **ترجمہ**: ''ہر ایک نیکی صدقہ ہے۔''

یہ چند جوامع الکلم ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے مختصر الفاظ میں بے پناہ معانی کو سمو دیا ہے۔ آپ ﷺ کے مواعظ و نصائح بہت مختصر ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کے بارے میں احادیث میں آتا ہے: آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو اس میں کوئی نقص نہ ہوتا اور نہ ہی آپ ﷺ (لوگوں کو) اکتاتے (لمبی بات کہہ کر) (۲۹۴)

حضرت جابر بن سمرةؓ آپ ﷺ کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ''رسول ﷺ جمعہ کے روز لمبی نصیحت نہیں کرتے بلکہ تھوڑی باتیں کہتے تھے۔'' (۲۹۵)

تعلیم وتربیت ... لیے محبت:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں حضرت محمد ﷺ محبت، پیار اور دل سوزی کا لب ولہجہ اپناتے۔ آپ ﷺ کے دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی آواز مخاطب کے دل میں اترتی چلی جاتی۔ آپ ﷺ کا انداز اس قدر خیر خواہانہ اور اس قدر شیریں ہوتا کہ مخاطب مجال سرتابی نہ کرسکتا اور آپ ﷺ کی بات کو نہایت خوش دلی سے عملی جامہ پہنانے کے لیے تیار ہو جاتا۔

ایک بار ایک شخص خدمت رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر دست سوال دراز کرتا ہے تو نہ آپ ﷺ کے تیور بدلتے ہیں۔ نہ نگاہوں میں بے التفاتی کی جھلک نظر آتی ہے۔ نہ لبوں میں پر حرف شکایت آتا ہے۔ آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ دست سوال دراز کرنے کی عادتوں کو ختم کیا جائے مگر اس کے لیے خشک وعظ ونصیحت نہیں فرماتے بلکہ نہایت حکمت ودانائی کا طریقہ اختیار فرماتے ہیں، آپ ﷺ سائل سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمھارے پاس کوئی چیز ہے؟ سائل عرض کرتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ؛ میرے پاس صرف ایک کٹورہ اور ایک چادر ہے۔ آپ ﷺ چادر اور کٹورہ منگاتے ہیں اور اسے دو درہموں میں فروخت کر دیتے ہیں۔ یہ دونوں درہم سائل کے ہاتھ پر رکھ کر فرماتے ہیں کہ جاؤ ایک درہم سے اپنے گھر والوں کے لیے کھانا خرید و اور ایک درہم سے کلہاڑی خرید کر لاؤ۔ آپ ﷺ اپنے مبارک ہاتھ سے کلہاڑی میں دستہ لگاتے ہیں اور اس کو سائل کے حوالہ کرنے کے فرماتے ہیں کہ جاؤ، اس کلہاڑی سے لکڑیاں کاٹا کرو اور ان کو فروخت کر کے اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کیا کرو۔ یہ کام تمہارے لیے دست سوال دراز کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

آپ ﷺ کی محبت و ہمدردی محض زبان ہی تک محدود نہ تھی بلکہ آپ سرتاپا محبت تھے۔ لوگوں کے دکھ درد میں بذات خود شریک ہوتے، مصائب می الاگی دل جوئی کرتے، خوشی کی تقریبات میں شرکت کر کے ان سے اپنی قربت کا اظہار فرماتے۔ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے، اظہار محبت کے لیے مصافحہ اور معانقہ بھی کرتے، بعض اوقات پیشانی چوم لیتے، محبت آمیز بے تکلفی میں کبھی کبھی احباب کو مختصر ناموں سے پکارتے۔ حضرت عائشہؓ کو کبھی ''عائش'' کہہ کر پکارتے۔ کبھی حضرت ابو ہریرہؓ کو صرف ''اباہر'' کے نام سے پکارتے۔ محبت و ہمدردی پیدا کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والے الفاظ اور جملے استعمال کرتے۔ حضرت انسؓ کو پیار سے "یـــا ذا الاذنیـــن" (دو کانوں والے) کہہ کر خطاب کرتے۔ ایک بار عبداللہؓ بن بشیر کی والدہ نے ان کے ہاتھ آنحضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر کچھ انگور بھیجے۔ حضرت عبداللہؓ راستے میں کھا گئے۔ بعد میں اصل معاملہ کھلا تو آپ ﷺ پیار سے عبداللہ کا کان پکڑ کر کہتے: یا غدر یا غدر؛ (او دھوکہ باز، او دھوکہ باز)۔(۲۹۶)

محبت و مروت کی انتہا یہ تھی کہ مدینہ کی ایک عورت نے جس کی عقل میں کچھ فتور تھا ایک بار آپ ﷺ سے کچھ کہنا چاہا۔ آپ ﷺ نے جا کر اس کی بات سنی اور اس کا کام کر کے دیا۔(۲۹۷)

آپ ﷺ کا سلوک لوگوں کے ساتھ کس قدر محبت آمیز ہوتا تھا اس کا اندازہ حضرت انسؓ کے بیان سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: "میں دس برس تک آنحضور ﷺ کی خدمت میں رہا مگر آپ ﷺ نے کبھی اف تک نہ کہی۔ جو کام میں نے جس طرح بھی کر دیا آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ اور اگر کوئی کام نہ کر سکا تو یہ نہیں فرمایا۔" یہ کیوں نہیں کیا؟" یہی معاملہ آپ ﷺ کا کنیزوں اور خادموں کے ساتھ رہا آپ ﷺ نے ان میں سے کبھی کسی کو نہیں مارا۔" مسلسل دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت میں رہنے والا شخص آپ ﷺ کے سلوک محبت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ آپ ﷺ کا ایک لفظ بھی کبھی کسی کے لیے شکایت کا سبب نہ ہوتا۔ آپ ﷺ کی یہ محبت و ہمدردی نہ صرف اپنوں کے لیے تھی بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی محبت کا یہی سلوک تھا۔ (۲۹۸) تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں محبت و دلسوزی کو بڑا دخل ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سختی و کرختگی کے بجائے محبت و پیار کی صفات سے متصف فرمائے تا کہ ہم اپنے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔

تعلیم و تربیت میں نفسیات کا خیال:

رسول اکرم ﷺ ایک ماہر تعلیم تھے اور ایک ماہر تعلیم اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ جو بات وہ کہنا چاہتا ہے آیا وہ مخاطبین کی ذہنی استعداد کے مطابق بھی ہے یا نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ ﷺ اس بات کا بڑا خیال فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص نیا مسلمان ہوا ہے اور دوسرا قدیم الاسلام تو دونوں کو سمجھنے میں فرق رکھیں تاکہ دونوں اپنی ذہنی استعداد کے مطابق سمجھ سکیں۔ یہی فرق آپ ﷺ ایک شہری اور ایک دیہاتی کی تعلیم میں ذہنی استعداد کو مدنظر رکھ کر روا رکھتے۔(۲۹۹) رسول اللہ ﷺ گفتگو، برتاؤ اور ہر چیز میں لوگوں کے مراتب اور ان کی نفسیات کا پورا خیال رکھتے۔ آپ ﷺ کو مردم شناسی میں کمال حاصل تھا۔ ہر شخص کی خوبیوں اور اس کے کمزور پہلوؤں پر آپ ﷺ کی گہری نظر ہوتی۔ ہر شخص کے مزاج اور طبیعت کا گہرا مطالعہ کرتے۔ ہر معاملہ میں ان کے مزاج اور ساخت کا خیال رکھتے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اس بات کا لحاظ رکھا کہ سننے والے کی استعداد کیا ہے۔ آپ ﷺ بات سمجھانے کی کوشش کرتے وہ ایک اچھے معلم کی طرح سامع کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہیں۔ اس کے ذہنی پس منظر، اس کی استعداد اور اس کے مزاج کو سامنے رکھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے استعداد عقلی کو نظر انداز کیا ہو اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سامع نے آپ ﷺ کی بات کو نہ سمجھا ہو یا غلط سمجھا ہو۔(۳۰۰)

آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبہ کے لحاظ سے پیش آؤ۔ جن لوگوں کی تربیت آپ ﷺ کو مقصود ہوتی آپ ﷺ ان کے حالات و کوائف، ان کی ذہنی و جسمانی طاقت، ان کی فطری صلاحیت اور ان کے مزاج وطبیعت کو ملحوظ رکھتے۔ مثلاً ایک شخص آتا ہے وہ سب سے افضل عمل کے بارے میں پوچھتا ہے تو آپ ﷺ اسے جواب دیتے ہیں کہ ''جہاد'' سب سے افضل عمل ہے۔ ایک دوسرا شخص آتا ہے اور یہی سوال کرتا ہے تو آپ اسے جواب دیتے ہیں کہ ''نماز'' سب سے افضل عمل ہے۔ تیسرے شخص کو آپ ﷺ بتاتے ہیں کہ حسن اخلاق سب سے بہتر عمل ہے۔ بظاہر آپ ﷺ کے ان اقوال میں تضاد ہے۔ مگر حقیقت میں یہ جوابات مخاطب کے ذہن اور نفسیات کو سامنے رکھ کر دیئے گئے ہیں۔ ایک شخص جو کہ نماز روزہ کی بڑی پابندی کرتا ہے نوافل کا بھی اہتمام کرتا ہے مگر جہاد سے اس کی طبیعت ابا کرتی ہے جب وہ افضل عمل کے بارے میں سوال کرتا ہے تو آپ ﷺ اسے جہاد پر آمادہ کرنے کے لیے جہاد کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افضل عمل قرار دیتے ہیں۔ ایک دوسرا شخص آتا ہے جو بہت سی نیکیاں کرتا ہے مگر نماز سے جی چراتا ہے، آپ ﷺ اس سے اچھی طرح واقف ہیں اس لیے اس کے لیے نماز کو سب سے بہتر عمل قرار دیتے ہیں۔ (۳۰۱)

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آنحضور ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ تمہارے والدین سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا، ہاں؛ میری بوڑھی ماں زندہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ، اپنی ماں کی خدمت کرو، اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔'' (۳۰۲) غور کیجیے ایک شخص بوڑھی ماں کو چھوڑ کر جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ جبکہ ماں سے فطری محبت کا تقاضہ یہ تھا کہ ماں کی خدمت کے لیے جہاد میں عدم شرکت کی اجازت طلب کی جاتی۔ واقعہ یہ ہے کہ جہاد بہترین عبادت اور افضل ترین عمل ہے مگر جب انسان ماں کے حقوق کی ادائیگی میں کماحقہ، دلچسپی نہ لے تو پھر اس کے لیے ماں کی خدمت ہی جہاد کا درجہ رکھتی ہے۔

آیئے، اسی سلسلے میں ایک اور واقعہ پر غور کریں۔ ایک شخص رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں بہت سے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہوں مگر میں اپنے اندر ان کو چھوڑنے کی سکت نہیں پاتا۔ البتہ میں صرف کسی ایک گناہ کو چھوڑ سکتا ہوں۔ آنحضور ﷺ دریافت فرماتے ہیں کہ کیا تم مجھ سے یہ عہد کرتے ہو کہ کبھی جھوٹ نہیں بولو گے؟ وہ شخص کہتا ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اس کے بعد وہ شخص یہ کہتے ہوئے چلا جاتا ہے کہ رسول ﷺ نے مجھ سے کتنی آسان چیز کا مطالبہ کیا ہے مگر معاً ذہن میں خیال آتا ہے کہ کل کو جب رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگی اور وہ مجھ سے سوال کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا۔ اگر سچ بولوں گا تو مجھ پر گناہ کی حد جاری کی جائے گی اور اب میں جھوٹ بول سکتا نہیں۔ کیوں کہ جھوٹ نہ بولنے کا عہد کر چکا ہوں۔ اس شخص کے قدم جب کبھی کسی گناہ کے لیے آگے بڑھتے یہی خیال اس کے لیے زنجیر پا بن جاتا۔ چند دن کے بعد جب رسول خدا ﷺ سے ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملاقات ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے حالات پوچھے۔ بولے: ''اے رسول خدا ﷺ جھوٹ نہ بولنے کے عہد نے تمام گناہ چھڑا دیئے۔'' (۳۰۳)

اس واقعہ پر ذرا گہرائی سے غور کیجیے۔ ایک شخص رسول خدا ﷺ کی خدمت میں آ کر بہت سے گناہوں کا ارتکاب کا اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان تمام گناہوں کو نہیں چھوڑ سکتا، صرف کسی ایک گناہ کو چھوڑ سکتا ہو۔ اگر آنحضور ﷺ چاہتے تو شراب چھوڑنے کا وعدہ لے لیتے جو کہ ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی جڑ ہے یا آپ ﷺ چوری ترک کرنے کا وعدہ لے لیتے۔ جو خود انسان کی آخرت بھی تباہ کرتی ہے اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ مگر آپ ﷺ اس شخص کی نفسیات اور مزاج کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ شخص بہت سے گناہوں کے ارتکاب کی بات مجھ سے کہہ رہا ہے تو یہ بہت راست گو اور سچائی پسند ہے۔ یہ گناہوں میں ملوث ضرور ہے مگر حق بات کہنے کی جرات و ہمت رکھتا ہے۔ اس صورت حال میں جھوٹ ترک کر دینا مشکل بھی نہیں ہوگا۔ پھر آپ ﷺ کے ذہن میں مستقبل کا پورا خاکہ آ جاتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اس سے جھوٹ نہ بولنے کا عہد لے لیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو میرے لیے بہت آسان چیز ہے۔ پھر مستقبل کے بارے میں آنحضور ﷺ نے جو کچھ سوچا تھا وہ صحیح ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بنی فزارہ کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی نے سیاہ بچے کو جنم دیا اور میں پسند نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے اونٹ ہیں؟ اس نے جواب ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا ان کے کیا رنگ ہیں؟ اس نے کہا سرخ! آپ ﷺ نے فرمایا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟ اس نے کہا ہاں سیاہی مائل بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کہاں سے آ گیا؟ کہنے لگا ان کی اصل نسب میں کہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی کہیں اصل نسب کا اثر ہوگا۔'' (۳۰۴) ہر مربی کو ان کی روشنی میں اپنے زیر تربیت افراد کی نفسیات و مزاج کو سمجھنا ان کے حالات و کوائف کو تجزیہ کرنا اور ان کے منازل و مراتب کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ نفسیات کے مطالعہ کو تربیت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلسلہ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

تعلیم وتربیت میں وقت کی اہمیت:

آنحضور ﷺ اپنے صحابہؓ کی تربیت کے لیے بہتر مواقع کی تلاش میں رہتے۔ آپ ﷺ کو جب بھی کوئی موقع ملتا،

آپ ﷺ اس کو ضائع نہ ہونے دیتے بلکہ اس سے پورا فائدہ اٹھاتے۔ایک بار رسول خدا ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے۔قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی جس کے پستانوں سے دودھ ٹپک رہا تھا۔اسے قیدیوں میں ایک بچہ نظر آیا۔اس نے شدت جذبات اور فرط محبت میں اس بچہ کو گود میں اٹھا لیا۔اسے اپنے پیٹ سے چمٹا لیا اور اپنا دودھ پلایا، آنحضور ﷺ نے محسوس کیا کہ اس عورت کے جذبہ محبت سے صحابہؓ بہت متاثر ہیں۔آپ ﷺ نے اس تاثراتی کیفیت سے فائدہ اٹھا کر صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: ''اگر اس عورت کو اختیار دے دیا جائے تو کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟'' صحابہ کرامؓ نے جواب دیا: ''خدا کی قسم یہ عورت ایسا نہیں کر سکتی۔'' اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ عورت اپنے بچے پر جتنی مہربان ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے۔'' (۳۰۵) جب اللہ کے رسول ﷺ نے محبت سے فضا کو رقت آمیز دیکھا تو اللہ کی محبت، رحم وکرم کو صحابہ کے ذہنوں میں جاگزیں کرنے کے لیے آپ ﷺ نے اس موقع سے کس طرح فائدہ اٹھایا اور سوال وجواب کے انداز میں اس حقیقت کو اس طرح ذہن نشین کیا کہ یہ منظر لوگ تادم آخر نہ بھول پائے ہوں گے بلکہ ہر ملاقاتی اور شناسا سے اس واقعہ کو بیان کر کے اللہ کے رحم وکرم کی بے پناہی کا تذکرہ کرتے رہے ہوں گے۔آیئے، اس سلسلہ میں ایک دوسرے واقعہ پر غور کرتے چلیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ایک گاؤں سے واپسی پر مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے۔لوگوں نے آپ ﷺ کو دونوں طرف سے گھیر رکھا تھا۔وہاں چھوٹے کانوں والا ایک مردہ بکری کا بچہ پڑا ہوا تھا۔آپ ﷺ نے اس کے کان پکڑے اور فرمایا: ''تم میں سے کون اس مردہ بچہ کو ایک درہم میں خریدنے کے لیے تیار ہے؟'' صحابہؓ نے فرمایا: ''ہم کسی بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قیمت پر اس کو خریدنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہ ہمارے کسی کام کا نہیں؛" آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے۔" صحابہؓ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی کان چھوٹے ہونے کا عیب اس میں تھا اور اب تو یہ مردہ ہے۔ اس لیے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "خدا کی قسم؛ یہ بچہ تمہاری نظر جتنا بے وقعت ہے، دنیا اللہ کی نظر میں اس سے زیادہ بے وقعت ہے۔" (۳۰۶)

اللہ کے رسول ﷺ صحابہؓ کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ایک بکری کا بچہ مرا ہوا پڑا ہے۔ ایسے مقام سے آدمی بہت تیزی سے گذر جاتا ہے۔ غالباً صحابہ کرامؓ بھی اس گھناؤنے منظر سے بہت تیزی سے گزرنا چاہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کے ان جذبات کو محسوس کرلیا۔ آپ نے اس کیفیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور دنیا کی بے وقعتی کو اس انداز سے صحابہؓ کے ذہنوں میں بٹھایا کہ پھر دنیا کی ظاہری جگمگاہٹ ان کی نظروں کو کبھی بھی اپنی طرف نہ پھیر سکی۔ (۳۰۷)

ایک مربی کی یہ بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ کبھی بھی مناسب موقع پر نہ چوکے۔ والدین اپنے بچوں، اساتذہ اپنے شاگردوں، امیر اپنے مامورین کی تربیت کے لیے موقع کی تلاش میں رہیں۔ اگر کوئی بات ذہن نشین کرانے کے لیے ذرا سا بھی بہانہ مل جائے تو اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ ایک بار ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا:

متیٰ السّاعته یا رسول الله؟ "اے اللہ کے رسول ﷺ قیامت کب آئے گی؟"

بظاہر یہ ایک سادہ سا سوال ہے جو کسی کے ذہن میں بھی اٹھ سکتا ہے اور سادہ انداز میں آپ ﷺ کو اس کا جواب دے کر بات کو ختم کردینا چاہیے تھا۔ مثلاً آپ ﷺ قیامت کی کچھ علامتیں اور نشانیاں بتا کر پوچھنے والے کو خاموش کردیتے یا آپ ﷺ یہ کہہ کر خاموش ہوجاتے کہ مجھے اس کا علم نہیں یا یہ جواب دے دیتے کہ اللہ ہی کو اس کا علم ہے وغیرہ مگر آپ ﷺ نے جب یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیکھا کہ ایک شخص پر قیامت کی فکر طاری ہے، اور اس کے وقوع کے وقت کے بارے میں سوال کر رہا ہے تو آپ ﷺ نے جواب دینے کی بجائے خود سوال کیا: ''تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟''

اس سوال کے ذریعہ آپ ﷺ نے اس کی سوچ کے انداز کو ایک مثبت اور صحیح رخ دیا اور یہ بات اس کے ذہن نشین کرائی کہ اصل مسئلہ یہ نہیں کہ قیامت کب آئے گی، اصل مسئلہ یہ ہے کہ قیامت کے لیے ہم نے کیا تیاری کی ہے؟ سائل نے خوب سوچا اور جواب دیا: ''اس کے لیے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔'' یعنی آخرت کے لیے میں نے جو زادراہ تیار کیا ہے وہ خدا اور رسول خدا ﷺ سے محبت ہے۔ میں زندگی کے ہر معاملہ میں ان دونوں کو راضی رکھنا چاہتا ہو۔ میری زندگی کا مقصد اور میری سرگرمیوں کا محور خدا اور رسول خدا کی رضا کا حصول ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر وقت اپنے خدا اور اپنے رسول ﷺ کو راضی رکھوں۔ آپ ﷺ نے جواب میں یہ جملہ سنا تو فرحت وخوشی سے فرمایا: ''تم نے جس سے محبت کی تم اسی کے ساتھ رہو گے۔''

اگر تم خدا اور رسول ﷺ سے محبت کرتے ہو تو خدا اور رسول ﷺ کا قرب بھی تم کو حاصل ہوگا اور کل میدان حشر میں تم کو رسول ﷺ کی معیت حاصل ہوگی۔ ذخیرہ احادیث میں سے صرف یہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں تا کہ اندازہ لگایا جاسکے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہر موقع سے کس طرح فائدہ اٹھا کر اپنے اصحاب کے ذہن وفکر کی تعمیر کرتے تھے اور ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھاتے تھے۔ (۳۰۸)

تعلیم وتربیت میں زجر وتوبیخ:

جب ہم نبی کریم ﷺ کے طریق تربیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو سیرت پاک میں ایسی بہت سی مثالیں سامنے آتی ہیں کہ آپ ﷺ نے بوقت ضرورت تیور بدل کر بھی بات کی، اور زجر و توبیخ سے بھی کام لیا۔ اصلاح وتربیت کی خاطر آپ ﷺ نے ترک تعلق بھی کیا اور اس کا حکم بھی دیا اور اس سلسلہ میں اصول متعین فرمادیا: ''ایمان کا مضبوط ترین رشتہ یہ ہے کہ اللہ کے لیے دوستی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے، اللہ کے لیے دشمنی کی جائے، اللہ کی ہی خاطر محبت ہو، اور اللہ ہی کی خاطر ناراضگی ہو۔" (۳۰۹) اگر ضرورت متقاضی ہو تو اصلاح وتربیت کے لیے زجر وتوبیخ اور ترک تعلق بھی ایمان کی علامت اور اسلام کا منشا ہے۔

نبی کریم ﷺ حتی الامکان نرمی، محبت و دل سوزی، پیار و ہمدردی کے جذبات سے سرشار ہو کر نصیحت فرماتے۔ مگر جب حالات سختی اختیار کرنے کا تقاضا کرتے تو آپ سختی سے بھی کام لیتے۔ کبھی چہرے کے تیور بدل لیتے، کبھی آواز کو بلند فرما لیتے، کبھی سخت لب ولہجہ اختیار فرماتے، کبھی ترک کلام اور ترک تعلق اختیار کر لیتے، اور جب معاملہ حدود وتغیرات کا آتا تو بلا کسی رعایت کے اسلامی حدود وتعزیرات بھی نافذ فرماتے۔ چنانچہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا ہاں، مگر حدود اللہ کی پامالی پر۔۔۔ اگر اللہ کے حدود کو پامال کیا جاتا تو آپ ﷺ سب سے زیادہ غضب ناک ہو جاتے۔

"میں نے رسول ﷺ کو کبھی اپنے نفس کے لیے کوئی انتقام لیتے نہیں دیکھا، مگر یہ کہ اللہ کے کسی حق کی پامالی کی جاتی۔ جب اللہ کے کسی حق کی پامالی کی جاتی تو آپ لوگوں میں سب سے زیادہ غضب ناک ہوتے۔" (۳۱۰)

ایک بار ایک حد کے نفاذ کے سلسلہ میں کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اس حد کو نافذ نہ کیا جائے۔ جب آپ ﷺ نے یہ سنا تو آپ پر غصہ کے آثار طاری ہو گئے۔ واقعہ کچھ یوں تھا کہ قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت چوری کے الزام میں گرفتار کر کے پیارے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائی گئی۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ جن سے پیارے نبی ﷺ بہت محبت کرتے تھے انہوں نے اس کی سفارش کی تو پیارے رسول اللہ ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ پیارے نبی ﷺ کے وہ ارشادات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں جو آپ ﷺ نے قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی خاتون کی چوری سے متعلق سزا کی معافی کی سفارش سن کر ارشاد فرمائے۔ پیارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تم سے پہلی امتیں اسی لیے تباہ ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص جرم کرتا تو چشم پوشی کرتے اور جب کسی معمولی آدمی سے جرم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرزد ہوتا تو سزا دیتے۔ اللہ کی قسم، اگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔" (۳۱۱)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک بار ہم تقدیر کے مسئلہ پر جھگڑ رہے تھے۔ آنحضور ﷺ جھگڑے کو سن کر باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ ہم پر اتنا ناراض ہوئے کہ آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے انار کے دانے آپ ﷺ کے رخساروں پر نچوڑ دیئے گئے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم کو اسی کا حکم دیا گیا ہے؟ کیا میں اسی کی خاطر بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگ بھی جب اس معاملہ میں لڑے تو ہلاکت سے نہ بچ سکے؟" (۳۱۲)

آپ ﷺ نے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں بھی مارنے کا حکم دیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ بوقت ضرورت آپ ﷺ سخت تنبیہ کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارو اور ان کے بستر الگ کر دو۔" (۳۱۳)

مگر یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ شدت وسختی اور زجر وتوبیخ اسی وقت اختیار کی جائے جبکہ محبت و پیار سے سمجھانے بجھانے کے تمام طریقے اختیار کیے جا چکے ہوں ورنہ غلط اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

بوقت ضرورت آنحضور ﷺ زجر وتوبیخ سے بھی کام لیتے۔ ایک دن حضرت ابوذرؓ نے اپنے غلام کی ماں کو جو عجم کی رہنے والی تھی کچھ برا بھلا کہہ دیا۔ غلام نے پیارے رسول ﷺ سے شکایت کی آپ ﷺ نے ابوذرؓ سے پوچھا کیا تم نے اس کی ماں کو برا بھلا کہا؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں ابھی تک جاہلیت کی خصلت باقی ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے پوچھا کیا اس بڑھاپے کے زمانہ میں (یعنی اتنی عمر ہو جانے کے باوجود مجھ میں جاہلیت کی خصلت باقی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (۳۱۴)

ایک بار بعض ازواج مطہرات نے نان ونفقہ کے سلسلہ میں دلخراش روش اپنائی تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ ﷺ نے ان کی اصلاح کے لیے تقریباً ایک مہینہ ان سے ترک تعلق اختیار فرمایا۔ وحی نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے انہیں اختیار دیا کہ اگر وہ اس حالت میں نکاح میں رہنا پسند کریں تو ٹھیک ہے ورنہ بہتر طور پر رخصت ہو جائیں۔ اس وقت چار ازواج آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں سب نے بخوشی آپ ﷺ کے نکاح میں رہنا پسند فرمایا۔ آنحضور ﷺ نے عورت کی اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں جہاں مارنے کی اجازت دی ہے وہیں پر یہ ہدایت بھی فرمائی کہ اگر عورت تنبیہ کرنے سے بھی باز نہ آئے تو ان سے اپنے بستر الگ کر لو۔ (۳۱۵)

تعلیم و تربیت میں مکالمے کی اہمیت:

رسول اللہ ﷺ باتوں باتوں میں بہت سی ضروری معلومات بہم پہنچا دیتے تھے۔ یہ طریقہ بہت ہی دلچسپ، سادہ، فطری اور مفید ہے۔ طلبہ نہایت بے تکلفی سے اپنا مطلب بیان کر دیتے ہیں۔ معلم کو ان کی مشکلات اور ان کے خیالات و جذبات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے اور ان کی اصلاح و تربیت کا فطری موقع ہاتھ آتا ہے۔ (۳۱۶) آنحضرت محمد ﷺ اپنی بات بہتر طور پر ذہن نشین کرانے کے لیے کبھی تبادلہ خیال کے طرز کو اختیار فرماتے، کبھی سوال و جواب کے انداز پر گفتگو کرتے۔ اس سے کئی فائدے حاصل ہوتے۔ تمام موجود صحابہ پوری طرح متوجہ رہتے۔ وہ گفتگو میں دلچسپی لیتے۔ انہیں غور و فکر کرنے کا موقع ملتا۔ جس کی وجہ سے ان کی صلاحیت نکھرتی۔ اس طرح سوال و جواب کے ذریعہ حقائق کو بہت ہلکے پھلکے انداز میں ذہنوں میں بٹھا دیا جاتا۔ البتہ لغو اور لایعنی سوالات سے یا تو مناسب انداز میں منع فرما دیتے یا صرف نظر کر جاتے۔ غیر متعلق سوال ہوتا تو بات ختم کرنے کے بعد علیحدہ سے جواب ارشاد فرماتے۔ یہ طریقہ بہت مفید ہے۔ ضروری ہے کہ سوالات مختصر اور جامع ہوں۔ واضح الفاظ میں پوچھے جائیں تاکہ مخاطب اچھی طرح سمجھ جائیں۔ (۳۱۷) آنحضور ﷺ سوال و جواب کے انداز میں صحابہ کرامؓ کے فکر و عمل کو کس طرح جلا بخشتے، اس کی چند مثالیں یہاں پر درج کی جا رہی ہیں:

۱۔ ایک بار آنحضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ اگر تم میں کسی کے دروازہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور کوئی شخص روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس پر میل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس پر ذرا بھی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (۳۱۸)

۲۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں پر سے گر رہے تھے آپ ﷺ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی اس کے پتے اور بھی گرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔ (۳۱۹)

جس طرح آپ ﷺ سوال کر کے مخاطبین کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے اور پھر کوئی حقیقت ان کے ذہن نشین کر دیتے اسی طرح آپ ﷺ اپنے مخاطبین، احباب ورفقاء کو بھی سوالات کرنے کا موقع دیتے تاکہ ان کے ذہنوں میں ابھرنے والے شکوک وشبہات بھی دور کیے جاسکیں اور اگر وہ کسی مسئلہ میں رہنمائی چاہیں وہ بھی دی جاسکے۔ آپ ﷺ کبھی سوال کرنے کی اجازت دیتے۔ کبھی سوال کرنے پر آمادہ کرتے، کبھی سوال کرنے والے کی ہمت افزائی فرماتے۔ اس طرح گفتگو کرنے والے کو پوری طرح مطمئن کر دیتے۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے عظیم انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اپنے احباب ورفقاء کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کا تشفی بخش جواب دینا اور پیدا ہونے والے شکوک کو رفع کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں کہ آپ ﷺ نے مجلس میں سوالات کرنے کا ماحول بنایا اور پھر آپ ﷺ نے نہایت اطمینان سے تسلی بخش جوابات دیئے مگر آپ ﷺ کے یہ جوابات نہایت مختصر اور جامع ہوتے تھے۔ (۳۲۰)

حضرتؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ

اے اللہ کے رسول ﷺ انسانوں کو دوزخ میں پہنچانے کے زیادہ تر موجبات کیا ہیں؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''دہن اور شرم گاہ'' (۳۲۱) ''دہن'' سے اشارہ ہے گفتگو اور کھانے پینے کی طرف اور ''شرم گاہ'' سے اشارہ ہے جنسی خواہشات کی طرف۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوال کیا ''ایک درخت ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور اپنی خوبیوں کے لحاظ سے وہ مسلمان آدمی کی طرح ہے (یعنی سراپا خیر ہی خیر ہے) بتاؤ وہ کون درخت ہے؟ صحابہ کرامؓ جنگلات کے درختوں کے بارے میں غور کرنے لگے ابن عمرؓ فرماتے ہیں میرے دل میں آرہا تھا وہ کھجور کا درخت مگر شرم کی وجہ سے چپ رہا۔ آخر کار صحابہ کرام عنہم نے خود ہی عرض کیا ''اللہ کے رسول! آپ (ﷺ) ہی ہمیں بتا دیجئے کہ وہ کونسا درخت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ کھجور کا درخت ہے۔'' (۳۲۲)

نبی کریم ﷺ وعظ و نصیحت کرنے اور اپنی بات کو ذہن نشین کرانے اور موثر بنانے کے لیے بسا اوقات ایسی چیزوں سے تشبیہ دیتے اور مثالوں میں ایسی چیز کو پیش کرتے جو لوگوں کے مشاہدہ میں رہتیں تا کہ آپ ﷺ کی بات واضح ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''مومن مؤمن کا آئینہ ہے۔'' یہاں آپ ﷺ نے ایک مومن کو دوسرے مؤمن کے لیے آئینہ سے تشبیہ دی ہے اور اس تشبیہ کے ذریعہ آپ ﷺ نے سننے والے کے ذہن میں مؤثر انداز میں یہ بات ذہن نشین کرادی کہ ایک مؤمن کے لیے دوسرا مؤمن آئینہ کی طرح ہے۔ آئینہ صرف اسی وقت آدمی کے عیب کو ظاہر کرتا ہے جب آدمی آئینے کے سامنے ہو۔ اگر آدمی سامنے نہ ہو تو آئینہ میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے ایک مومن دوسرے مومن کی کمی صرف اسی کے سامنے بتاتا ہے پیٹھ پیچھے نہیں کہتا۔ ''ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے۔'' اس تشبیہ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایک مومن کی خوشی یا غم کو دوسرے مومن کے چہرے پر پڑھا جانا چاہیے۔ اگر ایک مسلمان بھائی کے چہرہ پر غم و افسردگی کے آثار ہیں تو دوسرا بھائی بھی اس غم میں شریک نظر آنا چاہیے اور اگر ایک مسلمان بھائی کے چہرہ سے مسرت و شادمانی ٹپک رہی ہے تو دوسرے مسلمان بھائی کے چہرے پر بھی مسرت و شادمانی کی چمک ہونی چاہیے۔ آنحضور ﷺ نے اس مختصر سی تشبیہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعہ مخاطب اور سننے والے کو کتنا کچھ دیا ہے اور مسلمانون کے باہمی تعلق کی کتنے اچھے انداز میں وضاحت فرمائی ہے۔ (۳۲۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی مثال کھیتی کی طرح ہے کہ جسے ہوا مسلسل ہچکولے دیتی رہتی ہے۔ اسی طرح مومن کو مسلسل مصائب پہنچتے رہتے ہیں اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے کہ معمولی ہوا سے نہیں ہلتا اور آخر کار (آندھی میں) جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے۔" (۳۲۴)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ "رسول ﷺ نے فرمایا۔ اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اترنج (۳۲۵) کی مانند ہے جس کی بو بھی اچھی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی۔ اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے جس کا ذائقہ اچھا ہو اور اس میں کوئی بو نہ ہو۔ اس فاجر کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ریحانہ (۳۲۶) کی مانند ہے جس کی بو اچھی ہوتی ہے، اور ذائقہ کڑوا، اور اس فاجر کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن کی ما۳نند ہے جس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور اس میں کوئی بو نہیں ہوتی برے ساتھی کی مثال بھی بھٹی والے (لوہار) کی طرح ہے، اگر تمہیں اس کی سیاہی نہ ملے تو اس کا دھواں ضرور ملے گا۔" (۳۲۷)

آنحضورﷺ نے مومن اور فاجر اور ان کے قرآن پڑھنے نہ پڑھنے کے عمل کے اثرات کو کس طرح محسوس چیزوں سے تشبیہہ دے کر نہ صرف قابل فہم بنایا بلکہ اثر انگیز بھی اس طرح بری صحبت سے بچنے کے لیے کس قدر موثر مثال دی۔ اگر کوئی شخص لوہار کا دوست ہو۔ لوہار کے پاس اٹھے بیٹھے تو کوئلہ کی سیاہی اور چنگاریوں سے اپنے کو بچا بھی لے تو بھٹی کا دھواں بہر حال اس کو لگے گا۔ اسی طرح سے کوئی شخص برے انسانوں کی صحبت اختیار کرے تو اس کے غلط افکار و نظریات اور بری عادتوں کا اثر اس کی زندگی پر ضرور پڑے گا اگر وہ یہ اثر شعوری طور پر قبول نے کرے تو یہ چیزیں غیر شعوری طور پر اثر انداز ہوں گی۔

کتب احادیث میں ایسی بہت سی حدیثیں موجود ہیں جن میں آپﷺ نے کسی تشبیہہ یا تمثیل کے ذریعہ اپنی بات کو اس طرح واضح کیا کہ سننے والے کے ذہن میں وہ ہر پہلو سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاگزیں ہوگئیں۔

ہر مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے جیسے ایک جسم۔ اگر اس جسم کا کوئی حصہ بھی تکلیف میں مبتلا ہوتو وہ اپنے سارے جسم میں تکلیف محسوس کرے گا۔(۳۲۸)

''مسلمانوں کی مثال آپس میں محبت کرنے، پیار کرنے اور رحم کرنے کے سلسلہ میں ایک جسم کی طرح ہے، اگر جسم کا کوئی حصہ بیمار ہوتا ہے تو باقی حصے تکلیف اور جاگنے میں اس کے شریک ہوتے ہیں۔''

اس حدیث میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کے باہمی تعلق اور ربط ومحبت کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا ہے کہ مسلم سماج اور معاشرہ جسم واحد کی طرح ہے۔ اگر ایک عضو میں بھی تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم تکلیف میں شریک ہوتا ہے۔ اگر پیر کی چھوٹی انگلی میں درد ہوتو آنکھیں سو نہیں پاتی ہیں۔ دل ودماغ کو چین نہیں پڑتا۔ زبان کراہتی ہے اور چہرہ تکلیف کے احساس کی عکاسی کرتا ہے۔ اس طرح اگر ایک مسلمان بھی کسی تکلیف یا مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھیں۔ ایک مسلمان کی خوشی تمام مسلمانوں کی خوشی ہوتی ہے اور ایک مسلمان کا غم تمام مسلمانوں کا غم۔ کاش مسلمان اس حقیقت کو سمجھتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے۔(۳۲۹)

تعلیم وتربیت میں قصص وواقعات کی اہمیت:

ذہن سازی میں قصوں کو بڑا دخل ہے۔ انسان کہانی کی زبان میں جو کچھ سنتا ہے اس سے اثر لیتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ انسان کہانیاں پڑھتے پڑھتے رونے لگتا ہے تو کبھی ہنسنے لگتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قصہ کہانی اپنا ایک اثر رکھتا ہے۔ پھر اگر قصہ سچا ہو، کہنے والا بھی صادق اور امین ہو اور سننے والے بھی سچ کے شیدائی ہوں تو قصہ کی اثر انگیزی بہت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ قصص وواقعات کے ذریعہ بہت سی باتوں کو ذہن نشین کرنے کا لیے قصہ کا سہارا لیتے۔(۳۳۰) اللہ کے رسول ﷺ بھی قصص وواقعات بیان کرکے روح عمل کو اجاگر کرتے رہتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں بے شمار واقعات ملتے ہیں جن کے ذریعہ آنحضور ﷺ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جذبات کو جگایا ہے۔ یہاں صرف چند واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ا۔تم سے پہلے تین آدمی تھے۔ وہ ایک سفر کے لیے نکلے۔ رات گزارنے کے لیے انہیں ایک غار میں پناہ لینا پڑی۔ جب وہ غار میں داخل ہو گئے تو پہاڑ کے اوپر سے ایک چٹان لڑھکی اور دروازہ پر آ کر رک گئی جس کی وجہ سے دروازہ بند ہو گیا۔ انہوں نے پریشان ہو کر کافی غور وفکر کے بعد کہا کہ اپنے نیک اعمال کے توسط سے اپنے لیے نجات کی دعا کرنا چاہیے کیوں کہ ہماری نجات کا اب صرف یہی ایک راستہ ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: "اے خدا میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرا یہ معمول تھا کہ میں اپنی بکریوں کا دودھ ان سے پہلے کسی کو نہیں پلاتا تھا، نہ اپنے بال بچوں کو اور نہ ہی غلام باندی کو ایک روز جب میں بکریوں کو چرانے لے گیا تو چارہ کی تلاش میں بہت دور نکل گیا جس کی وجہ سے واپسی میں مجھے دیر ہو گئی۔ چنانچہ جب گھر واپس آیا تو والدین سو چکے تھے۔ میں نے دودھ دوہا، مگر یہ پسند نہ کیا کہ والدین سے پہلے کسی کو پلاؤں اس لیے میں ہاتھ میں پیالہ لیے وہیں کھڑا رہا تا کہ ان کے بیدار ہونے پر دودھ ان کو پیش کر دوں۔ میرے بچے میرے پیروں کے پاس بھوک کی شدت سے رو رو کر بے حال ہو رہے تھے مگر میں نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ ان کی بیداری سے پہلے کسی کو دودھ نہیں پلاؤں گا۔ میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ بیدار ہو گئے تو میں نے ان کو دودھ پیش کیا۔ اے خدا اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لیے کیا ہو تو اس چٹان کی وجہ سے جو مصیبت ہمارے اوپر آئی ہے اس کو دور فرما دے۔" اس کے بعد غار کے منہ سے چٹان تھوڑی سی کھسک گئی مگر وہ اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ اب دوسرے نے دعا کی:

"اے اللہ میری ایک چچا زاد بہن تھی جو مجھے بہت محبوب تھی۔ ایک مرد عورت سے جتنی زیادہ محبت کر سکتا ہے اتنی ہی محبت مجھے اس سے تھی۔ چنانچہ میں نے اس سے لطف اندوز ہونے کا ارادہ کر لیا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ وہ خشک سالی کا شکار ہو گئی۔ وہ دست سوال دراز کرتے ہوئے میرے پاس آئی۔ میں نے اس شرط کے ساتھ اس کو ۱۲۰ دینار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینے کا وعدہ کرلیا کہ وہ اپنے آپ کو میری خواہش نفس کی تکمیل کے لیے میرے حوالہ کردے۔ اس شرط پر اس نے رضامندی ظاہر کردی۔ میں نے ۱۲۰ دینار اس کو دے دئیے اور اس نے اپنے وجود کو میرے حوالہ کردیا۔

اس کے بعد میں پوری طرح تیار ہوگیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا کہ ''اللہ سے ڈرو اور پردہ بکارت بغیر استحقاق کے نہ زائل کرو۔'' ان الفاظ کو سنتے ہی میں اس سے الگ ہوگیا۔ حالانکہ وہ مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی اور میں پوری طرح اس پر قادر تھا اے خدا اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لیے کیا ہے تو ہم جس مصیبت میں گرفتار ہوگئے ہیں اس سے نجات دلادے۔'' چنانچہ چٹان تھوڑی سی اور کھسک گئی لیکن وہ اب بھی اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ اب تیسرے شخص نے اپنی دعا شروع کی:

''اے اللہ ایک بار میں نے کچھ مزدوروں کو اجرت پر رکھا۔ جب کام ختم ہوگیا تو میں نے ان کی مزدوری ان کے حوالہ کردی۔ البتہ ایک مزدور مزدوری لیے بغیر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگا دیا۔ کاروبار بہت فائدہ بخش ثابت ہوا اور یہ معمولی سی مزدوری بڑھتے بڑھتے بہت بڑے سرمائے میں تبدیل ہوگئی۔ ایک مدت کے بعد وہ میرے پاس آیا اور اس نے اپنی مزدوری طلب کی۔ میں نے اس سے کہا: ''تم جو یہ بکریاں، گائیں اور غلام دیکھ رہے ہو، سب تمھاری مزدوری ہے۔ جاؤ، یہ سب کچھ لے جاؤ۔'' اس کو یقین نہ آیا۔ اس نے سمجھا کہ میں مذاق کررہا ہوں۔ چنانچہ وہ بولا۔'' آپ مجھ سے مذاق نہ کریں۔ مجھے آپ صرف میری مزدوری دے دیں، میں اس وقت سخت ضرورت مند ہوں۔'' میں نے اس سے کہا کہ میں تم سے مذاق نہیں کررہا ہوں۔ چنانچہ اس نے وہ سب مال ومتاع لے لیا۔ اور کچھ نہیں چھوڑا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لیے کیا ہے تو اس مصیبت سے ہم کو نجات دے۔'' چنانچہ وہ چٹان مزید کھسکی اور غار کا منہ کھل گیا۔ یہ تینوں مسافر باہر نکل آئے اور چلتے بنے۔(۳۳۱)

۲۔ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے بنی اسرائیل ہی کے ایک دوسرے آدمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ایک ہزار دینار کا قرض طلب کیا:

قرض دینے والا ۔۔۔۔۔۔ گواہ لے کر آؤ جنہیں میں گواہ بنا سکوں،

قرض طلب کرنے والا ۔۔۔۔۔ گواہی کے لیے اللہ کافی ہے

قرض دینے والا ۔۔۔۔۔۔ کسی ضمانتی کو لے آؤ،

قرض طلب کرنے والا ۔۔۔۔۔ ضمانت کے لیے اللہ کافی ہے

قرض دینے والا ۔۔۔۔۔۔ تم نے سچ کہا۔

یہ کہہ کر اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اس کو قرض دے دیا۔ وہ شخص قرض لے کر سمندر پار پہنچ گیا اور اپنی ضرورت پوری کر لی۔ جب ادائیگی کا وقت قریب آیا تو اس نے قرض خواہ تک پہنچنے کے لیے کشتی تلاش کی، مگر اسے کوئی کشتی وغیرہ نہ ملی۔ اب اس نے ایک لکڑی لی اور سوراخ کر کے اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور اپنے قرض خواہ کے نام ایک خط بھی۔ پھر سوراخ بند کر کے اس لکڑی کو لے کر سمندر کے پاس آیا اور بولا: ''اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینا لیے تھے۔ اس نے مجھ سے ضمانت طلب کیا تھا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ ضمانت کے لیے خدا کافی ہ۔ چنانچہ وہ تیری ضمانت پر راضی ہوگیا۔ اس نے جب مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے کہا کہ خدا گواہی کے لیے کافی ہے تو وہ تیری گواہی پر راضی ہوگیا۔ میں نے بھرپور کوشش کی کہ مجھے کوئی کشتی وغیرہ مل جائے تاکہ میں اس تک اس کا حق پہنچا دوں لیکن میں ایسا نہ کر سکا۔ اب میں اس کی یہ رقم تیری امانت میں دیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی۔ جب لکڑی سمندر میں داخل ہوگئی تو وہ لوٹ آیا اور پھر کشتی کی تلاش شروع کر دی تاکہ قرض خواہ کے پاس پہنچ سکے۔ دوسری طرف قرضخواہ یہ دیکھنے کے لیے سمندر کی طرف نکل آیا کہ شاید کشتی سے اس کی رقم آرہی ہو (کیونکہ قرض کی ادائیگی کا یہی دن طے ہوا تھا)۔ یکایک اس کی نظر اس لکڑی پر گئی جس میں رقم رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اس لکڑی کو اٹھا لیا تاکہ گھر میں ایندھن کا کام دے۔ چنانچہ جب اس نے لکڑی کو چیرا تو اس میں رقم اور خط موجود تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد مقروض بھی ایک ہزار روپے لے کر آگیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقروض: خدا کی قسم میں کشتی کی تلاش میں سرگرداں رہا کہ میں آپ تک آپ کی رقم پہنچا دوں مگر جس کشتی سے میں آیا ہوں اس سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہ مل سکی۔

قرض خواہ: کیا تم نے مجھے کوئی چیز بھیجی تھی؟

مقروض: میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ جس کشتی سے میں آیا ہوں اس سے پہلے مجھے کشتی نہ مل سکی۔

قرض خواہ: اللہ آپ کی جانب سے وہ رقم پہنچا چکا ہے جو آپ نے لکڑی کے ذریعہ بھیجی تھی۔ اس لیے اب آپ ایک ہزار کی رقم لے کر واپس چلے جائیں۔ (۳۳۲)

قصہ کے ذریعہ آدمی جو بات کہنا چاہتا ہے اسے سننے والا زیادہ دلچسپی سے سنتا ہے اور اس سے زیادہ اثر لیتا ہے۔ اس لیے حسب موقع اچھے واقعات اور موثر کہانیوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ خاص طور پر بچوں اور کم عمر طالب علموں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں قصوں سے بڑی مدد حاصل کی جاسکتی ہے اور اخلاقی اقدار کی اہمیت واضح کی جاسکتی ہے۔

نبی کریم ﷺ جب مسکراتے یا خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک روشن روشن نظر آنے لگتا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ آپ ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ منافقوں نے عدم شرکت کے بہانے بنائے۔ لیکن تین صحابہ کرام جن میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ شامل تھے اپنی کوتاہی کا اعتراف کرلیا۔ پچاس راتوں کی مسلسل تکلیف کے بعد ان کی توبہ کی قبولیت پر مشتمل آیات نازل ہوئیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو خوشخبری ملی فوراً ہمارے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت کعب (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ کر خوشی سے مسکرائے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''ہمارے پیارے نبی ﷺ جب خوش ہوتے ہمارے پیارے نبی ﷺ کا چہرہ انور روشن ہوجاتا گویا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے۔'' (۳۳۳)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا'' (۳۳۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبی ﷺ کو اس قدر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ
کا حلق کا کوا نظر آتا ہمارے پیارے نبی صرف مسکرایا کرتے تھے۔
"(۳۳۵)

حضرت جابر بن سمرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے صرف مسکرایا کرتے تھے۔(۳۳۶)

حضرت جریر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں جب سے اسلام قبول کیا رسول اللہ ﷺ سامنے رہا اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ مجھے مسکرا کر دیکھا۔(۳۳۷)

آپ ﷺ نے صحابہؓ کی محفلوں کو اگر اپنے خطبوں سے گرمایا، اپنی تقریروں سے بزم کو رقت آمیز کر دیا۔ اپنی پرسوز نصیحتوں سے آنسوؤں اور سسکیوں کا سماں باندھ دیا تو آپ ﷺ نے اپنی خوش مزاجی و خوش طبعی سے مجلسوں کو گل گلزار بنا دیا۔ اس طرح زندگی کے نشیب و فراز میں جینے کا سہارا بھی دیا اور ہر مزاح کے ذریعہ کوئی نہ کوئی حقیقت بھی ذہن نشین فرمادی۔(۳۳۸)

حضرت حسن ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت جس کا نام حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب تھا تشریف لائیں (جو ہمارے پیارے نبی ﷺ کی اور میرے والد کی پھوپھی تھیں) اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمادے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں جنت میں بڑھیا نہیں جائے گی۔ آپ ﷺ کی یہ بات سن کر وہ روتی ہوئی واپس چلی گئی ہمارے پیارے نبی ﷺ نے کسی سے کہا جاؤ اس کو خبر دو کہ تو بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ (بلکہ جوان ہو کر داخل ہوگی) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو (جوان) کنواریاں بنایا ہے۔ (۳۳۹) اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ـ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ـ عُرُبًا أَتْرَابًا ـ (۳۴۰) "ہم ان کو نئے سرے سے پیدا کریں گے، انہیں باکرہ بنائیں گے، اپنے شوہروں کو چاہنے والیاں اور عمر میں ہم سن؛"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس مزاح کو آپ ﷺ نے حد سے آگے نہیں بڑھنے دیا۔ جب دیکھا کہ بڑھیا پریشان ہو رہی ہے تو آپ ﷺ نے فوراً اسے تسلی بخش جواب دے کر اس کو مطمئن کر دیا۔ مگر اس مزاح کے ذریعہ یہ بات واضح فرما دی کہ جنت میں بوڑھے جوان ہو کر جائیں گے۔ وہاں بڑھاپے کا کوئی نام و نشان نہ ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ہمارے پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ مجھے سواری کی ضرورت ہے مجھے اونٹ پر سوار کروا دیجئے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے (بطور مزاح) اس سے فرمایا: میں تو تجھے اونٹ کے بچہ پر سوار کروں گا۔

اس شخص نے پریشان ہو کر کہا: یارسول اللہ ﷺ میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا بڑے اونٹ کو بھی تو اونٹنی نے جنا ہے۔ یعنی یہ بھی اونٹ کا بچہ ہی ہے۔ (۳۴۱)

اس مزاح کو جن لوگوں نے سنا ہوگا یقیناً وہ مسکرائے بلکہ ہنسے بغیر نہ رہ سکے ہوں گے۔ مگر آنحضور ﷺ کا مقصد محض ہنسنا ہنسانا نہیں تھا بلکہ اس آدمی کی ذہنی تربیت کرنا مقصود تھی۔ اس کے ذہن کو سوچنے اور غور و فکر کرنے کے لیے آمادہ کرنا تھا نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا تھا۔ یہ بات واضح کر کے کہ اونٹ خواہ کتنا ہی بڑا ہو جائے۔ کتنے ہی بوجھوں کو لادے پھرے۔ وہ پھر بھی اونٹنی کا بچہ رہتا ہے۔ دراصل ایک کم ذہین آدمی کے لیے ذہانت کی صلاحیت پیدا کرنا تھی۔

زاہرؓ (یا زہیر) ایک بدوی صحابی تھے۔ ان سے آپ ﷺ کی بہت بے تکلفی تھی۔ آپ ﷺ شہر سے متعلق کاموں میں ان کی مدد کرتے اور وہ گاؤں سے متعلق کاموں میں تعاون فرماتے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے زاہر دیہات میں ہمارا گماشتہ ہے اور شہر میں ہم اس کے گماشتے ہیں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ زاہر بازار میں اپنا کوئی سامان بیچ رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے پیچھے سے جا کر چپکے سے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا اور پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ زاہر پہلے تو سمجھ نہ سکے۔ جب سمجھ گئے تو فرط محبت میں اپنے کندھے کو حضور ﷺ کے سینے سے ملتے رہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر حضور ﷺ نے مزاحاً کہا: ''اس غلام کو کون خریدتا ہے؟'' زاہرؓ نے کہا کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ مجھ جیسے ناکارہ غلام کو خرید کر کون گھاٹا کمائے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم خدا کی نگاہ میں ناکارہ نہیں ہو۔'' (۳۴۲) حضور ﷺ کے اس پاکیزہ مزاح کو دیکھئے اور غور کیجئے کہ ہمہ گیر انقلاب کی عظیم ذمہ داریوں کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے مسکراہٹوں کے لیے نقشہ زندگی میں کیسے جگہ پیدا کی ہوگی۔ آپ ﷺ اپنے رفقاء سے ایسے انداز میں مزاح فرماتے کہ رفقاء کے دل میں اپنی محبت کے بیج بو دیتے۔

تعلیم و تربیت کے لیے نرمی ضروری ہے۔ جس طرح نرمی اور شفقت سے انسان کے ذہن میں جگہ پاتی اس طرح سختی سے نہیں پاتی۔ حضرت عائشہؓ رسول اکرم ﷺ کی حدیث روایت کرتی ہیں کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور تمام کاموں میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔'' (۳۴۳) حضور ﷺ کی تعلیم و تربیت کا ایک وصف یہ تھا کہ آپ اس میں ہمیشہ نرمی اور حلم سے کام لیتے تھے۔ آپ نے کبھی سخت لہجہ اور درشت رویہ اختیار نہیں کیا۔ اس کی گواہی حضرت انسؓ نے یوں دی ہے کہ میں بچہ تھا اور ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت میں رہتا تھا، بچپنے کی وجہ سے بے دھیانی اور حکم عدولی بھی ہو جاتی تھی لیکن حضور ﷺ نے مجھے کبھی نہیں ڈانٹا اور نہ کبھی میرے ساتھ غصے سے بات کی۔ (۳۴۴)

ہم رسول ﷺ کے طریق تربیت پر جب غور کرتے ہیں تو احادیث سے یہ بات واضح ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ رسول ﷺ تعلیم و تربیت اور اصلاح و تزکیہ کے سلسلہ میں نہ شدت کی روش اختیار فرماتے تھے اور نہ ہی دوسروں کو اس کی اجازت دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی شخصیت لوگوں کے لیے نہایت دلکش اور محبوب تھی کیونکہ آپ ﷺ کبھی بھی طاقت سے زیادہ ان پر بار نہیں ڈالتے تھے۔ آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا: ''اپنے آپ کو اتنے ہی عمل کا مکلف بناؤ جس کی طاقت اور سکت تمہارے اندر موجود ہو۔ اس لیے کہ اللہ نہیں اکتاتا مگر تم اکتا جاؤ گے۔'' (۳۴۵)

رسول اللہ ﷺ نے ایک بار نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''دین آسان ہے جو شدت کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رویہ اپنائے گا وہ مغلوب ہو جائے گا اس لیے سیدھی اور میانہ روی کی راہ اپناؤ اور بشارت حاصل کرو۔" (۳۴۶)

تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں نرمی و آسانی کو اختیار کرنا اور سختی سے اجتناب کرنا کتنا ضروری ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب رسول ﷺ نے حضرت معاذؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ کو یمن کی جانب روانہ فرمایا تو انھیں نصیحت فرمائی: "نرمی کرنا، سختی نہ کرنا، خوش خبری سنانا، متنفر نہ کرنا، مل جل کر رہنا، باہمی اختلاف سے بچنا۔" (۳۴۷)

نبی کریم ﷺ اس بات کا اہتمام فرماتے کہ اسلامی تعلیمات کو آسان تر بنا کر پیش کیا جائے تا کہ صحابہ کرامؓ نہایت خندہ پیشانی سے ان تعلیمات کو اپنا سکیں اور اپنی زندگی میں انہیں عملی جامہ پہنا سکیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس طرح اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے اسی طرح یہ اس کے نزدیک پسندیدہ امر ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ (۳۴۸)

نبی کریم ﷺ ذاتی طور پر بہت لمبی نماز پڑھتے۔ یہاں تک کہ جب رات کو تہجد کی نماز پڑھتے تو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں پر ورم آجاتا لیکن جب آپ ﷺ امام ہوتے تو لوگوں کی سہولت اور آسانی کے پیش نظر ہلکی نماز پڑھاتے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "جب تم میں سے کوئی امام ہو تو اسے ہلکی نماز پڑھانا چاہیے کیوں کہ مقتدیوں میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو حسب خواہش اپنی نماز کو طویل کرسکتا ہے۔" (۳۴۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "میں نماز شروع کرتا ہوں اور اسے لمبی کرنا چاہتا ہوں، اتنے میں بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں کیوں کہ بچہ کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کے اندر جو بے قراری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس کو میں جانتا ہوں۔" (۳۵۰)

اپنے رفقاء کے ساتھ نرمی اور آسانی کا رویہ اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ ﷺ کی یہی وہ روش تھی جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ آپ ﷺ پر فریفتہ تھے۔ آپ ﷺ پر جان چھڑکنا وہ اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کو ادا ہونے سے پہلے ہی عملی جامہ پہنانے کے لیے تیار رہتے تھے۔ اگر رسول ﷺ نرمی و آسانی کے بجائے شدت وسختی کا رویہ اپناتے یا اپنی بات قوت وزور سے منوانے کی کوشش کرتے تو صحابہ کا جھرمٹ وسیع سے وسیع تر ہونے کے بجائے دن بدن گھٹتا چلا جاتا اور آپ ﷺ یکہ وتنہا رہ جاتے۔ خود قرآن پاک اس کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (۳۵۱) ترجمہ ''(اے پیغمبر ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے، ورنہ اگر آپ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے گرد وپیش سے چھٹ جاتے۔''

رسول خدا ﷺ کی پوری زندگی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آپ ﷺ نے صرف دو موقعوں پر سختی کو اختیار کیا ہے۔ جنگ کے موقع پر یا مجرموں پر شرعی حدود نافذ کرتے وقت ورنہ اصلاح وتربیت، دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ ہمیشہ نرمی و آسانی اور محبت ورافت کو اختیار فرماتے اور اس بات کی کوشش کرتے کہ اسلام پر عمل کرنا تمام لوگوں کے لیے آسان ہوجائے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی ایسے کام کی ہدایت نہیں کی جو لوگوں کے لیے ناقابل عمل ہو یا جس کے کرنے کی ان میں سکت نہ ہو۔ آپ ﷺ کا اسلوب اور طریقہ ہمیشہ آسانی اور نرمی کا ہوتا۔ اگر کبھی زجر وترہیب کی ضرورت پڑتی تو اس میں بھی مخاطبین محبت وشفقت کی جھلک محسوس کرتے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''جس چیز میں نرمی برتی جاتی ہے تو نرمی اسے خوب صورت بنا دیتی ہے اور جس چیز میں سختی برتی جاتی ہے تو سختی اسے عیب دار بنا دیتی ہے''(۳۵۲)

نبی کریم ﷺ نے نرمی و آسانی اختیار کر کے اور نرمی و آسانی کی تعلیم دے کر اپنے اصحابؓ کی سیرتوں کو لطف ومرحمت، نرمی ورفاقت کا اعلیٰ نمونہ بنا دیا تھا۔ آپ ﷺ کی اس حکمت عملی کا یہ نتیجہ تھا کہ کوئی شخص بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کے دائرہ سے باہر آنا اپنے لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گوارا نہ کرتا تھا۔" (۳۵۳)

اصول ترتیب:

رسول اللہ ﷺ دعوت و تربیت کے سلسلہ میں تدریج کا اہتمام فرماتے تھے۔ کسی بھی مخاطب پر ہدایات کو یکبارگی نہ لادتے بلکہ اپنے مخاطب کی صلاحیت اور طاقت کے مطابق سے تھوڑے تھوڑے احکام کا پابند بناتے۔ واقعہ یہ ہے کہ تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں تدریج ایک فطری اور ضروری چیز ہے۔ اگر تدریج کا خیال نہ رکھا جائے تو اصلاح و تربیت کا کام میاہی نہیں جا سکتا۔ زیر تربیت افراد کی خوبیوں اور خامیوں کا اچھی طرح تجزیہ کر کے ایک ایک خامی کو دور کرنا چاہیے اور ایک ایک خوبی کو پروان چڑھانا چاہیے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ کسی کی تمام خامیاں یک لخت ختم ہو جائیں تو یہ خام خیالی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کا نزول ۲۳ سالوں کے درمیان جستہ جستہ ہوا۔ اسی طرح سے اسلامی احکام و تعلیمات کا نفاذ یک لخت نہیں کیا گیا بلکہ تدریج و ترتیب کو پیش نظر رکھا گیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ میں جو کردار پروان چڑھا اس کی مثال کسی دوسری تحریک میں نہیں ملتی۔ آنحضورﷺ تدریج کا کس درجہ خیال رکھتے تھے اس کا اندازہ اس نصیحت سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمان کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا کہ تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی طرف جا رہے ہو تو پہلے ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر رات اور دن میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان کے مالداروں پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ وہ ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان ہی کے غریبوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اسے بھی مان لیں تو خبردار ان کے اچھے مالوں کے لینے سے بچنا اور ہمیشہ مظلوم کی فریاد سے بچنے کی کوشش کرنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔" (۳۵۴) اس روایت سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دین کو لوگوں کے لیے کس طرح آسان اور قابل قبول شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے دعوت و تربیت کے سلسلہ میں حضرت معاذ کو کس طرح تدریج کا حکم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیا کہ وہ اپنی دعوت کا آغاز اسلام کی بنیادی تعلیم سے کریں۔ لوگوں کو پہلے توحید اور رسالت محمدی ﷺ کی تعلیم دیں۔۔۔ جب وہ اس بنیادی اصول کو تسلیم کرلیں تو پھر انہیں اسلام کے دوسرے رکن نماز کی طرف بلائیں۔ جب وہ نماز کے سلسلے میں بھی مطیع ہو جائیں تب انہیں اسلام کے تیسرے رکن زکوٰۃ سے آگاہ کیا جائے اور اس طرح تدریج کے ساتھ پورا اسلام ان کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تدریج میں جہاں یہ بات شامل ہے کہ تمام چیزوں کی یکبارگی تلقین نہیں کرنا چاہیے وہیں یہ بات بھی شامل ہے کہ درجات و مراتب کا بھی خیال رکھا جائے۔ جو سب سے اہم بات ہے پہلے اس کی طرف توجہ دلائی جائے، پھر جو اس سے کم ہو اس کی طرف توجہ مبذول کرائی جائے۔ یعنی الاول فالاول کا خیال رکھا جائے۔ تدریج کے اس پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''قرآن پاک میں پہلے پہل صرف وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے سائے میں آگئے تو حرام اور حلال کی آیتیں نازل ہوئیں اور اگر پہلے ہی مرحلہ میں وہ آیات نازل ہو جاتیں جن میں شراب اور زنا کو حرام قرار دیا گیا ہے تو لوگ پکار اٹھتے: ہم شراب اور زنا کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔'' (۳۵۵)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگ احیائے اسلام کی کوشش کر رہے ہیں ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نصب العین اور منزل مقصود تک پہنچنے کے سلسلہ میں تدریج کے قانون کو نگاہوں کے سامنے رکھیں اور درمیانی منازل سے اعراض نہ کریں۔ تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں تدریج کی بڑی اہمیت ہے ایک طرف انسانی تجربات یہ ثابت کرتے ہیں کہ تدریج ایک فطری عمل ہے دوسری طرف رسول ﷺ کا اسوہ بھی اس کی وضاحت کرتا ہے اور آپ کی پوری حیات دعوت و تربیت تدریج کے حسن سے روشن ہے۔ (۳۵۶)

نبی کریم ﷺ اصلاح و تربیت، دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں یاس و قنوطیت کے بجائے امید و رجا کو اہمیت دیتے تھے۔ اپنے اصحابؓ کی حوصلہ افزائی فرماتے، ان کی ہمت بندھاتے اور سخت سے سخت حالات بھی روشن پہلو کو اجاگر کرتے۔ ایک بار حضرت خباب بن الارت نے

© rasailojaraid.com

رسول ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! راہ اسلام میں ہمیں ستایا جارہا ہے، شدید ترین ایذائیں پہنچائی جارہی ہیں۔ کیا آپ ﷺ ہمارے لیے دعائیں نہیں کریں گے، کیا آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب نہیں کریں گے؟'' ان کی یہ شکایت سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں جن کی ہڈیوں سے گوشت اور پٹھوں کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیل دیا گیا۔ ان میں سے کسی کے آری سے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ وہ ان تکلیفوں کو برداشت کرتے تھے لیکن اپنے دین سے منحرف نہیں ہوتے تھے۔ اللہ اس دین کو ضرور غالب کرے گا۔ یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا لیکن اسے راستہ میں خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا! البتہ اپنی بھیڑ بکریوں پر بھیڑیوں کا اندیشہ ہوگا۔ یہ سب کچھ ہو کر رہے گا لیکن تم لوگ جلد بازی کر رہے ہو!'' (۳۵۷)

مکہ کے پر آشوب حالات کا تصور کیجئے۔ جہاں صحابہ کرامؓ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ڈھائے جارہے تھے۔ ان کربناک حالات میں جب رسول ﷺ سے شکایات کی جاتی ہے تو پہلے آپ انبیا اور ان کے ماننے والوں پر کیے گئے مظالم کر تذکرہ کر کے صحابہؓ کی ڈھارس بندھاتے ہیں اور مستقبل میں کامیابی و کامرانی کا مژدہ سناتے ہیں!

موجودہ حالات کا ذرا تقابل کیجئے، ان حالات سے جب اللہ کے رسول ﷺ بے بسی کے عالم میں اپنے وطن کو خیر آباد کہہ رہے تھے، مکہ کی ان وادیوں کو الوداع کہہ رہے تھے جہاں انہوں نے زندگی کے ۵۳ سال گزارے تھے، ان گلیوں کو رخصت کر رہے تھے جہاں انہوں نے صبح و شام بسر کیے تھے۔ اپنے پیارے وطن کو چھوڑتے ہوئے ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اور انہوں نے کعبۃ اللہ سے مخاطب ہو کر کہا تھا:

''خدا کی قسم! تو مجھے بہت عزیز ہے، اگر میرے وطن کے لوگ مجھے مجبور نہ کرتے تو میں تجھے کبھی چھوڑ کر نہ جاتا۔''

کتنے سخت حالات رہے ہوں گے جب اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے ساتھی اپنے کاروبار گھربار، خاندان و رشتہ دار اور اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ کی جانب ہجرت کر رہے تھے۔ کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مظلومیت و بے بسی کی اس سے بھی زیادہ کوئی حد ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھئے جب اسی سفر ہجرت میں سراقہ بن جعشم انعام کے لالچ میں آپ ﷺ کا تعاقب کرتا ہے۔ وہ فال نکالتا ہے۔ فال نفی میں نکلتی ہے مگر انعام کا لالچ آج آبائی رسوم کی بیڑیوں کو کاٹ ڈالتا ہے۔ گھوڑے کو کئی بار ٹھوکر لگتی ہے۔ وہ ہر بار ٹھٹکتا ہے، سوچتا ہے، مگر انعام کا لالچ ہر بار اسے تعاقب کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ جب وہ تعاقب کرتے کرتے بہت قریب پہنچ جاتا ہے تو اس کے گھوڑے کے پیر گھٹنوں تک زمین میں دھنس جاتے ہیں۔ اس کی عقل پر پڑا ہوا پردہ اٹھ جاتا ہے اور وہ پکار اٹھتا ہے۔ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے امان لکھ دیجئے۔'' زبان رسالت مآب ﷺ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلتے ہیں: ''اے سراقہ بن جعشم! میں تمہارے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔''

غور کیجئے، حالات مظلومی و بے بسی کی آخری حد کو چھو رہے ہیں مگر اللہ کے رسول ﷺ کی پرامید نظریں وقت کی سب سے بڑی طاقت کو مفتوح اور اسلام کو فاتح کی حیثیت سے دیکھ رہی ہیں، نگاہ عزیمت کی یہ شان کہ کسریٰ کے کنگن ایک خانہ بدوش بدو کے ہاتھوں میں نظر آ رہے ہیں۔ یہ ہے وہ رجائیت جس کی بنیاد پر تحریکیں وجود میں آتی ہیں، آگے بڑھتی ہیں اور اپنی منزل کو پالیتی ہیں۔

ایک بار کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ سے حضور ﷺ نے کعبہ کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا، تو اس نے انکار کر دیا۔ غور کیجئے مکی دور میں حالات کتنے سخت اور ناسازگار تھے مگر آپ ﷺ نے ان تاریک ترین حالات میں شمع امید کو ان الفاظ سے فروزاں کیا: ''ایک دن آنے والا ہے جب یہ کنجی ہمارے ہاتھ میں ہوگی اور ہم جسے چاہیں گے اس کے حوالے کر دیں گے۔'' (۳۵۸)

آیئے غزوہ خندق کے واقعہ پر بھی غور کرتے چلیں۔ اسلام دشمن طاقتوں نے متحدہ محاذ بنا کر اسلام اور مسلمانوں کو ختم کر دینے کا منصوبہ بنایا۔ تمام عرب قبائل اور یہودی طاقتوں نے مجتمع ہو کر مدینہ پر حملہ کی تیاری مکمل کر لی۔ ذرا غور کیجئے۔ مخالفین کا ٹڈی دل لشکر، خندق کی کھدائی کا مرحلہ، رفقاء کی قلت، بے سروسامانی کی انتہا، فاقہ کشی کا عالم، منافقین کے ہمت شکن عذرات، مدینہ میں یہودیوں کی سازشوں کے اندیشے، انسانی حوصلوں کو دبا دینے والی اس پیچیدہ صورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حال میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ خندق کھودنے میں منہمک ہے مگر پھر بھی مایوسی و ناامیدی کا دور دور تک کوئی نشان نہیں۔ رسول خدا ﷺ کی عزیمت و ہمت، نشاط و شگفتگی اور بلند ہمتی و بلند حوصلگی، صحابہ کرامؓ کے لیے مہمیز کا کام کر رہی ہے۔ خندق کی کھدائی کے دوران کچھ سخت چٹانیں صحابہ کرامؓ سے نہیں ٹوٹ پاتیں۔ رسول خدا ﷺ کدال سنبھال کر ضرف لگاتے ہیں۔ پہلی ضرب لگا کر فرمایا کہ یمن میرے لیے فتح ہو گیا۔ دوسری ضرب لگا کر فرمایا شام اور المغرب میرے لیے سرنگوں ہو گئے، تیسری ضرب لگا کر فرمایا خطہ مشرق (ایران) فتح ہو گیا۔ (۳۵۹)

غور کیجیے۔ انتہائی ناسازگار حالات میں اللہ کے رسول ﷺ عظیم ملکوں اور شہروں کی فتح کی بشارت اپنے اصحاب کو سنا رہے ہیں۔ جن ناگفتہ بہ حالات میں بظاہر اپنا دفاع بھی مشکل نظر آ رہا ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کی نظر دوررس، اور نگاہ رجائیت ایران و شام کو فتح ہوتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ رجائیت کا یہی وہ پہلو تھا جو مکہ سے لے کر مدینہ تک اصحاب رسول ﷺ کو نیا حوصلہ اور نئی امنگ دیتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رجائیت کا یہ نعرہ کہ اسلام کے سامنے عرب و عجم مفتوح ہوں گے تحریک اسلام کا سلوگن ہے! (۳۶۰)

تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں امید و رجا کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیے۔ حالات کتنے بھی ناسازگار ہوں، مایوسی و بزدلی کا شکار نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ بلند حوصلگی اور عزم و یقین کی قوت کے ساتھ اپنے کام کو جاری رکھنا چاہیے۔ جب تحریکیں رجاء و امید کا دامن تھامے بلند حوصلگی سے منزل کی طرف بڑھتی ہیں تو منزل خود ان سے قریب ہونے لگتی ہے اور جب کوئی تحریک مایوسی کا شکار ہو جاتی ہے تو اس کی منزل اس قدر دور ہو جاتی ہے کہ اسے پالینا ناممکن ہو جاتا ہے۔

اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا، ان کی لغزشوں کی تاویل کر لینا، معمولی معمولی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دینا کسی بھی جماعت یا تحریک کے لیے ضروری ہے۔ کسی کی تربیت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس کے ساتھ حسن ظن اور خوش گمانی سے کام نہ لیا جائے۔ سوء ظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ساتھ نہ کبھی کوئی کام ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ سیرت اور کرداری تعمیر جیسے عظیم کام کے لیے ضروری ہے کہ اپنے زیر تربیت افراد کے سلسلے میں ہر قسم کی بدگمانی کے ذراسے شائبہ کو بھی شامل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اگر غلطی واضح ہو کر سامنے آ جائے تو حتی الامکان حسن ظن سے کام لے کر، خوبصورت تاویل کر کے اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ ایک مربی کی نگاہ اگر کسی کی کوتاہی کی جانب اٹھے تو اس طرح سے اٹھے جیسے ایک طبیب کی نگاہ کسی بیمار کی طرف اٹھتی ہے نہ کہ اس طرح جیسے کسی آئی جی کی نگاہ چور کی طرف اٹھتی ہے۔ آیئے، اس سلسلہ میں اسوہ رسول ﷺ کا مطالعہ کریں۔ ایک قریشی نوجوان نے آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے۔'' صحابہ کرامؓ اس نوجوان کی جسارت پر بپھر گئے اور اس کو سخت سزا دینی چاہی، مگر نبی کریم ﷺ نے ایک دوسرا موقف اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے اسے قریب بلایا اور کہا: ''کیا تم یہ بات اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟'' نوجوان نے کہا: ''میری جان آپ ﷺ پر قربان ہو، خدا کی قسم! یہ بات میں اپنی ماں کے لیے کبھی پسند نہیں کر سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی بہن، پھوپھی اور خالہ کے بارے میں اسی طرح سوالات کیے اور ہر سوال کے بعد اس سے پوچھتے: ''کیا تم اسے پسند کرتے ہو۔'' اور وہ ہر بار یہی جواب دیتا: ''میری جان آپ ﷺ پر قربان ہو، خدا کی قسم میں یہ پسند نہیں کر سکتا۔'' آپ ﷺ ہر جواب کے بعد فرماتے: ''لوگ بھی اسے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس نوجوان کے سر پر رکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کے گناہوں کو معاف کر دے، اس کے دل کو پاک فرما دے، اس کی شرمگاہ کو برائیوں سے محفوظ کر دے۔'' اس کے بعد وہ نوجوان اس طرح کی کسی برائی کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ (۳۶۱)

غور کیجیے کتنا نازک موقع تھا مگر رسول ﷺ نے کس حکمت اور نرمی کے ساتھ ایک نوجوان کے جذبات کو صحیح رخ دیا۔ وقتی طور پر یہ نوجوان جس جوش اور غلبہ نفس کا شکار ہو گیا تھا آپ ﷺ اس پر بپھرے نہیں بلکہ حسن ظن سے کام لیا کہ ایک عارضی اور وقتی نفسانی خواہش اس پر غالب آ گئی ہے ورنہ اس کے باطن میں نیکی کا جذبہ پوشیدہ ہے۔ اگر وہ نوجوان طبیعت کا پاک نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتا تو اجازت ہی لینے کیوں آتا۔ چنانچہ آپ اس کی گستاخی سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس کو مطمئن کرنے لگے۔ یہاں تک اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ زنا ایک نہایت ہی قبیح فعل ہے اور پھر وہ زندگی بھر اس طرح کے کسی گناہ کے قریب نہیں پھٹکا۔

عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ لوگ دوسروں کی خوبیوں کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے لیکن اگر کسی سے کوئی چوک ہو جائے تو اس کا اس طرح سے چرچا کرتے ہیں کہ گویا اس شخص میں کوئی خوبی ہی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں رسول خدا ﷺ کا طریق کار یہ تھا کہ وہ لوگوں کی اچھائیوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ ان کی برائیوں پر پردہ ڈال دیا کرتے تھے۔ اگر آپ ﷺ دیکھتے کہ کسی شخص میں بہت سی خوبیاں ہیں دین اسلام کے فروغ کے سلسلہ میں اس کے بڑے کارنامے ہیں۔ اس نے دین کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں، اس کے باوجود اگر اس سے کوئی لغزش ہو جاتی تو آپ ﷺ اس کے کارناموں کے مقابلہ میں اس کو نظر انداز فرما دیتے۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب مکہ مکرمہ فتح کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ایک خفیہ خط قریش کی طرف لکھا جس میں یہ اطلاع درج تھی کہ مسلمان لشکر اکٹھا کرنے میں زور و شور سے مصروف ہیں اور غالب گمان یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا ارادہ نہیں رکھتے میں چاہتا ہوں کہ تم پر حق ثابت ہو جائے اسی لیے میں نے یہ خط لکھا ہے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے یہ خط ایک

عورت کے حوالے کیا کہ وہ اسے قریش کے پاس پہنچا دے اس عورت نے وہ خط اپنے بالوں میں چھپایا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت جبرائیلؑ نے اس بات کی خبر دے دی چنانچہ اس عورت کو پکڑ لیا گیا۔ خط رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر پوچھا کہ اس حرکت کا سبب کیا تھا۔ جناب حاطبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! باری تعالیٰ کی قسم! میں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے دین میں، میں نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا میں منافق یا مرتد نہیں ہوں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں میرے اہل و عیال ہیں اور میرا کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں جو ان کی دیکھ بھال کر سکے اور اموال کی نگرانی کرے اس خط سے میری مراد یہ تھی کہ قریش پر میرا حق ثابت ہو جائے تاکہ وہ لوگ میرے اہل و عیال اور مال و اسباب کی حفاظت سے غافل نہ ہوں

پیارے نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ بے شک حاطب نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ حضرت حاطب ؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ پیارے نبی ﷺ نے راستوں کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کے ارادے کی خبر مکہ مکرمہ میں نہ پہنچے اور تم نے مکہ میں خط بھیجا تاکہ قریش آگاہ ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت فرمائیں کہ میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ روایت میں آتا ہے کہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ حاطبؓ کو مسجد سے نکال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت حاطب ؓ اس خیال سے کہ پیارے نبی ﷺ ان پر مہربانی فرمائیں گے اور معاف کر دیں گے پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے تھے اور پیارے نبی ﷺ کے چہرانور پر نظر ڈالتے تھے۔ اسی اثناء میں سرور کائنات ﷺ نے فرمایا، اسے واپس لے آؤ۔ جب حضرت حاطب ؓ واپس آئے تو پیارے نبی ﷺ نے فرمایا، میں نے تمہارا قصور معاف کر دیا ہے اور تو اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کر اور تجھے چاہیے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔" (۳۶۲)

دیکھیے نبی کریم ﷺ حضرت حاطبؓ کی کتنی بڑی غلطی کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ آنحضور ﷺ کے سامنے حضرت حاطبؓ کا سابقہ کارنامے ہیں۔ انہیں بدر میں شرکت کی فضیلت حاصل ہے، ہجرت کرنے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا شرف حاصل ہے۔ ان تمام کارناموں کے مقابلہ میں جب حضرت حاطب سخت قسم کی غلطی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ اسے وقتی جذبات سے مغلوبیت سمجھ کر یا حضرت حاطبؓ کی اجتہادی غلطی سمجھ کر اور حسنِ ظن سے کام لے کر ان کو معاف کر دیتے ہیں۔

ایک صحابی شراب پینے کے روگ میں مبتلا ہو گئے۔ ایک سے زائد بار شراب پینے کی حالت میں ان کو رسول ﷺ کے پاس لایا گیا۔ ہر بار ان پر مار پڑتی، سزا دی جاتی، لیکن ہر بار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیطان شراب کی لت بن کران پر غالب آجاتا اور وہ پھر شراب پی لیتے۔ پھر آنحضورﷺ کے پاس ان کو لایا جاتا انہیں سزادی جاتی مگر وہ پھر شراب پی لیتے۔ ایسا کئی بار ہوا۔ ایک بار جب انہیں شراب پینے کی حالت میں پکڑ کر لایا گیا تو کسی صحابیؓ نے کہا: ''کیا بات ہے۔ اللہ کی اس پر لعنت ہو! بار بار اسے لایا جاتا ہے۔'' جب آنحضورﷺ نے لعنت بھیجتے ہوئے سنا تو لعنت کرنے والے سے کہا: ''اس پر لعنت نہ بھیجو، یہ اللہ اور اس کے رسولﷺ سے محبت رکھتا ہے۔'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''اپنے دینی بھائی کے مقابلے میں شیطان کی مدد نہ کرو۔'' (۳۶۳)

رسول خداﷺ کی وسیع القلبی کو دیکھیے کہ کس طرح آپﷺ نے اس انسان کو اپنی شفقتوں کے سائے میں لے لیا۔ شراب نوشی کے گناہ میں لت پت ہونے کے باوجود اس کے بارے میں حسن ظن کا اظہار کیا۔ اس موقع پر بھی اس کے اچھے پہلو کا تذکرہ کیا اور یہ واضح کیا کہ اگر شرابنوشی بدترین قسم کا گناہ ہے مگر اسلامی اخوت کا رشتہ اب بھی باقی ہے۔ اس لیے لعنت کرنے سے روکا کیونکہ اس سے ایمانی بھائیوں کے درمیان خلیج حائل ہو جاتی ہے۔ اہل ایمان اس سے دور ہو جاتے ہیں اور وہ اہل ایمان سے دور ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً وہ شیطان سے قریب ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپﷺ نے فرمایا کہ ''اپنے بھائی کے مقابلے میں شیطان کے مددگار نہ بنو۔''

یہاں ٹھہر کران کو غور کرنا چاہیے جو خوردبین لیے دوسروں کے عیوب تلاش کرتے رہتے ہیں اور انہیں اپنے حساب سے ساقط کرتے رہتے ہیں۔ انہیں یہ واقعہ غور وفکر کی دعوت دیتا ہے کہ وہ رسول خدا ﷺ کے بلند طریق تربیت اور دوررس نگاہ سے موعظت حاصل کریں۔

نبی کریمﷺ نے صحابہ کرامؓ کی اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں عام سماجی رابطہ سے بڑا کام لیا۔ آپﷺ نے اپنے تعلقات کو صرف ضابطہ کی حد تک محدود نہ رکھا بلکہ تمام انسانوں سے عموماً اور اپنے اصحاب سے خصوصاً بہت قریبی ربط وضبط رکھا۔ رسول خداﷺ مقام نبوت پر فائز ہونے کے باوجود عوامی حلقوں سے گہرا ربط رکھتے تھے۔ معاشرہ کے افراد سے ذاتی اور نجی تعلقات رکھتے تھے۔ لوگوں کے کام آتے ان کی مدد کرتے ان کو اچھے مشوروں سے نوازتے اور اس طرح پورے معاشرہ میں باہمی محبت اور ربط وضبط کی فضا بنائے رکھتے جو کسی بھی معاشرہ کے ارتقاء کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے ضروری ہے۔ آپ ﷺ لوگوں سے کٹ کر نہ رہتے بلکہ ان میں گھل مل کر رہتے، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے سفر میں ان کے ساتھ کھانا پکانے کے لیے لکڑیاں چنتے، مسجد کی تعمیر ہوتی تو آپ ﷺ خود بھی پتھر چن چن کر لاتے۔ خندق کی کھدائی کا موقع آیا تو آپ ﷺ نے بھی کدال سنبھالی اور صحابہؓ کے ساتھ خندق کھودی۔ جنگ کا موقع ہوتا تو صحابہؓ کے ساتھ آخر وقت تک شریک رہتے۔ اپنے رفقاء کے غم اور خوشی کو اپنا غم اور خوشی سمجھتے اور ان کے غم اور خوشی میں شریک ہوتے، ان کے دکھ درد کو بانٹ لیتے، مصیبت زدوں کا سہارا بنتے۔ پریشان حال لوگوں کی مدد کرتے، ٹوٹے دلوں کو جوڑتے، غم زدوں کے زخموں پر مرہم رکھتے، اپنے حسن سلوک اور سچی مسکراہٹوں سے لوگوں کے دکھوں کا مداوا کرتے۔ (۳۶۴)

سیرت و احادیث کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ آپ ﷺ ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنے کسی عمل یا روش سے یہ ظاہر بھی نہ ہونے دیتے کہ آپ ﷺ اپنے کو کسی سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ راستے میں ملنے والوں کو سلام کرتے، سلام کرنے میں پہل کرتے۔

ایک بار بچوں کے پاس سے گزر ہوا تو ان کو سلام کیا۔ ایک مرتبہ عورتوں کے پاس سے گزرے تو انہیں بھی سلام کیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے اور گھر سے نکلتے ہوئے گھر کے افراد کو سلام کرتے۔ کوئی ساتھی کئی دن کے بعد ملتا تو اس سے معانقہ بھی کرتے۔ کبھی کبھی پیشانی چوم لیتے۔ رخصت کرتے ہوئے دعا میں یاد رکھنے کی درخواست کرتے۔ احباب سے مصافحہ بھی کرتے اور اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک دوسرا ہاتھ نہ کھینچ لیتا۔ کسی کو کوئی پیغام پہنچانا ہوتا تو سلام ضرور کہلاتے۔ احباب اور رشتہ داروں کو ہدیے دیتے، ان کے ہدیے بھی شکریہ کے ساتھ قبول کرتے اور فرماتے: ''ہدیہ دینے اور لینے سے محبت بڑھتی ہے۔'' مجلس میں جاتے تو کنارے ہی بیٹھ جاتے، کندھوں کو پھاند کر آگے نہ بڑھتے، اپنے لیے کسی خاص مقام کا انتخاب نہ کرتے اور نہ ہی صحابہؓ کو اجازت دیتے کہ وہ آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں! مجلس میں جو موضوع چل رہا ہوتا اسی میں شریک ہوجاتے، الگ سے کوئی موضوع نہ چھیڑتے۔ کسی کی بات کو کبھی نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاٹتے، کہنے والے کی پوری بات سنتے اور اسے اطمینان بخش جواب دیتے۔ کوئی پکارتا تو ہمیشہ لبیک (حاضر ہوں) کہتے۔ ایک بار مدینہ کی ایک نیم پاگل عورت نے آپ ﷺ سے گفتگو کرنا چاہی، آپ ﷺ نے اس کی پوری بات سنی اور اس کا کام کر کے دیا۔ بیماروں کی عیادت کرتے۔ یہاں تک کہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی تک کی عیادت فرمائی۔ عام طور سے بیمار کے سرہانے بیٹھ کر پوچھتے: ''تمہاری طبیعت کیسی ہے؟'' بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے، کبھی چہرے، سینہ اور پیٹ پر دست شفقت پھیرتے۔ بیمار کو تسلی دیتے۔ اور فرماتے لاباس انشاء اللہ طهور (پریشانی کی کوئی بات نہیں، اللہ نے چاہا تو بہت جلد صحت حاصل ہوگی) کھانے کے لیے پوچھتے اور پرہیزی کھانے کا اہتمام فرماتے۔

ایک بار حضرت جابرؓ بیمار پڑے تو حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے بہت دور تک پیدل چل کر گئے، پہنچے تو حضرت جابرؓ بے ہوش پڑے تھے۔ آپ ﷺ نے وضو کیا، پانی کے چھینٹے دیئے اور مریض کے لیے دعا کی!

اگر کسی کے عالم نزع کے بارے میں معلوم ہو جاتا یا آپ ﷺ کو اطلاع دی جاتی تو فوراً پہنچتے توبہ الی اللہ کی ہدایت کرتے۔ کسی کی وفات کی اطلاع ملتی تو فوراً اس کے گھر پہنچتے۔ پس ماندگان کو صبر کی تلقین کرتے اور ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار فرماتے۔ تجہیز و تکفین میں جلدی کراتے۔ جنازہ اٹھتا تو خود بھی جنازہ کے ساتھ ساتھ جاتے۔ مسلمانوں کا جنازہ خود پڑھاتے اور اس کے لیے دعا مغفرت کرتے!

ضرورت پڑتی تو لوگوں کے بہت سے کام کر دیتے۔ عورتوں کا سودا سلف بازار سے لا دیتے۔ غریبوں کی مدد کرتے، گنجائش ہوتی تو لوگوں کو قرض دے دیتے یا قرض دلا دیتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے، غلاموں کی آزادی کا بندوبست فرماتے۔ یتیموں، بیواؤں، مسکینوں کی امداد فرماتے اور ان کی امداد پر ابھارتے۔ سماج کے کمزور طبقات کو اونچا اٹھانے کی کوشش کرتے۔ ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ اپنے اصحاب کے ساتھ مزاح و مذاق بھی کرتے ان کے ساتھ تیر اکی اور تیر اندازی کے مقابلے میں شریک ہوتے۔ (۳۶۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختصر یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے کو سماج سے اس قدر قریب کر رکھا تھا کہ سماج کا ہر فرد یہ سمجھتا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ سب سے زیادہ اسی سے قربت و محبت رکھتے ہیں۔ یہ برتاؤ اور سلوک صحابہ کرامؓ کے دلوں میں اپنا گھر بنا لیتا تھا اور صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے اس برتاؤ سے اپنے لیے غذا حاصل کرتے تھے۔

تربیت کے سلسلہ میں انسان کے ذاتی تعلقات اور سماجی روابط کا بڑا اثر پڑتا ہے. اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دینے والوں کی ذمہ داری قرار پاتی ہے کہ اپنے زیر تربیت افراد اور سماج کی اکائیوں سے زیادہ سے زیادہ گہرا تعلق پیدا کریں۔ غمزدوں کے زخموں پر ہاتھ رکھیں۔ گرتے ہوؤں کو سہارا دیں۔ قرض کے بوجھ کے نیچے دبنے والے کو اس بوجھ سے نجات دلائیں غریب الدیار اور پردیسی کے لیے ٹھکانہ فراہم کریں۔ ناخواندہ کو زیور تعلیم سے آراستہ کریں۔ کمزوروں اور زیر دستوں کو اوپر اٹھانے کی کوشش کریں۔ پھر دیکھیے کہ کردار کس طرح تربیت میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسی ہی فضا قائم کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

''ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو انسان کی انگلیوں کے ہر پورے پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دو انسانوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔ جب کوئی انسان کسی انسان کے سوار ہونے میں مدد دیتا ہے،
اس کے سامان کو لاد دیتا ہے یا اتار دیتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ کسی سے اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔ ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے۔ تکلیف دہ چیز کا راستہ سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔'' (۳۶۶)

آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر تھے اور آپ پر وحی اترتی تھی اور اگر کسی معاملے میں وحی نہ بھی اتری ہوتی تو بھی آپ ﷺ اپنی خداداد فراست سے تنہا فیصلے کر سکتے تھے پھر آپ ﷺ لوگوں کے محبوب لیڈر تھے جو فیصلہ کرتے لوگ اسے مان لیتے لیکن مامور بہ امور کے علاوہ اجتماعی معاملات میں آپ ﷺ نے ہمیشہ مشورے سے کام کیا اور یہی نہیں بلکہ بہت سے معاملات میں اپنی رائے چھوڑ کر اپنے احباب کی رائے مان لی جیسا کہ غزوہ احد کے وقت ہوا جس میں یہ بات زیر بحث تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ جنگ مدینہ میں رہ کر لڑی جائے یا باہر نکل کر۔(۳۶۷)اسی طرح غزوہ بدر میں مقام جنگ کے تعین کے وقت ہوا اور آپ ﷺ نے اپنی رائے چھوڑ کر حضرت حباب بن منذرؓ کی رائے مان لی۔(۳۶۸)

حضور ﷺ جو کام دوسروں کو کرنے کو کہتے تھے خود بھی اس میں شریک ہوتے تھے اور کسی امتیاز کو روا نہیں رکھتے تھے۔اک سفر میں جب لوگوں نے پڑاؤ ڈالا اور کھانا پکانے لگے تو لوگوں کے منع کرنے کے باوجود آگ جلانے کے لیے لکڑیاں اکٹھی کرنے کا کام آپ ﷺ نے اپنے ذمہ لیا۔(۳۶۹)اسی طرح غزوہ بدر میں سواری کم تھی، تین آدمیوں کے حصے میں ایک اونٹ آیا۔آپ ﷺ کے ساتھیوں نے بہت کہا کہ آپ اونٹ پر تشریف رکھیں، ہم خوشی سے پیدل چل لیں گے لیکن آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور کہا تم مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو۔ چنانچہ اپنی باری پر اونٹ پر بیٹھتے اور پھر دوسروں کی طرح پیدا چلتے۔(۳۷۰)

آپ لوگوں سے زبردستی اپنی بات نہیں منواتے تھے۔اللہ کے رسول اور لوگوں کا محبوب قائد ہونے کے باوجود اخلاقی دباؤ سے بھی کام نہیں لیتے تھے بلکہ لوگوں کو اپنی بات کہنے اور کرنے کی اجازت دیتے تھے۔حضرت بریرہؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب انہیں غلامی سے نجات ملی تو انہیں سابقہ نکاح فسخ کرنے کا حق مل گیا جو انہوں نے توڑنا چاہا۔ان کے خاوند روتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے کہ وہ نکاح نہ توڑے۔حضور ﷺ نے حضرت بریرہؓ سے بات کی۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا حکم نہیں دے رہا یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔تمہارے خاوند کی سفارش کر رہا ہوں۔انہوں نے معذرت کر دی اور کہا میں نہیں مان سکتی۔میرا اس شخص کے ساتھ رہنے کو دل نہیں مانتا۔(۳۷۱)اس طرح ایک حبشی خادمہ نے سرور عالم ﷺ کی بات ماننے سے انکار کر دیا لیکن آپ ﷺ نے برا نہیں مانا اور نہ ناراضگی کا اظہار کیا کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ یہ اس کا حق ہے۔(۳۷۲)

جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تا کہ سامع پوری طرف مستفید ہو اور اگر ضرورت پڑتی تو آپ ﷺ بات کو دہراتے تا کہ سمجھنے میں کمی نہ رہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے۔ کسی سے اس وقت تک استفادہ ممکن نہیں جب تک ایک ایک لفظ نہ محفوظ ہو۔ رسول اللہ ﷺ سے یہی طریق منقول ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی عادت تھی کہ بات بڑی فصاحت اور وضاحت کے ساتھ فرماتے۔

رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں بعض اوقات سامعین کی تعداد زیادہ ہوتی اور ہر فرد تک بات پہنچانا مشکل ہوتا، یہ احساس رہتا کہ بعض افراد بات نہیں سمجھ پائیں گے اس لیے رسول اکرم ﷺ اپنی بات کو تین دفعہ دہراتے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ اہم بات کو (حسب ضرورت) تین مرتبہ دہراتے تھے تاکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔'' (۳۷۳)

حضرت عروہؒ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب گفتگو کرتے تو درمیان میں وقفہ کرتے، بات کھول کر بیان کرتے تاکہ ان سے سننے والا محفوظ کر سکے۔'' (۳۷۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ تمہاری طرح کلام کو مسجع بنانے میں نہیں لگے رہتے تھے بلکہ جب بات کرتے تو اتنا وقفہ دیتے کہ سننے والا حفظ کر سکے۔ (۳۷۵)

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ تمہاری طرح لگا تار کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ واضح اور الگ الگ الفاظ کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے کہ ساتھ بیٹھنے والا آ... ں یاد کر لیا کرتا تھا

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بات کرتے اور اگر کوئی گننے والا گنتی کرے تو شمار کر سکے۔ (۳۷۷)

ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر اصل بات یہ تھی کہ کسی طرح مسئلہ سمجھایا جا سکے۔ وہ خود بات کو دہراتے، گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے، ایسا بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سائل کی بات کو بڑی وضاحت کے ساتھ اور اس کے بیان سے زیادہ مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ (۳۷۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ ﷺ شروع سے آخر تک منہ بھر کر کلام فرماتے (۳۷۹) یعنی گفتگو ابتداء سے انتہا تک خوب نکھری نکھری ہوتی ایسا نہیں ہوتا تھا کہ جملے کا آغاز تو صاف صاف الفاظ کے ساتھ ہوتا اور اور جملے کے آخری کلمات نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ ادا ہوتے ہوں۔

رسول اکرم ﷺ کے طریقہ تربیت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جو چیزیں محض زبانی طور پر سمجھانے سے سمجھ میں نہ آتی، بلکہ عملی طور پر سمجھانے کی ضرورت ہوتی، آپ ﷺ وہ چیزیں عملی طور پر سمجھاتے، چنانچہ بچوں کی تربیت کے پیش نظران کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھاتے تاکہ کھانے پینے کے عملی آداب سیکھ جائیں۔ ایک بار ابن ابوسلمہؓ اپنے بچپن میں آپ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ان کا ہاتھ پلیٹ میں کبھی ادھر پڑتا، کبھی ادھر کیوں کہ وہاں دوسرے لوگ موجود نہیں تھے اور بروقت ٹوکنا بھی زیادہ بہتر تھا۔اس لیے آپ ﷺ نے فی الفور ابن ابوسلمہؓ کو متنبہ کیا مگر منفی انداز میں نہیں بلکہ نہایت پیار بھرے لب ولہجہ اور مثبت انداز میں فرمایا۔مزید یہ کہ آپ ﷺ نے صرف اسی کوتاہی پر نہیں ٹوکا۔ بلکہ کھانے کے بنیادی آداب بیان فرمائے کہ ابن ابوسلمہؓ کو یہ بھی محسوس نہ ہوا کہ آپ ﷺ میری غلطی پر مجھے ٹوک رہے ہیں بلکہ وہ یہ سمجھے کہ مجھے کھانے کے آداب بتا رہے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے پہلے دوسرے آداب بتائے اور آخر میں یہ ادب بیان فرمایا کہ پلیٹ میں اپنی طرف سے کھانا چاہیے ۔آپ ﷺ نے فرمایا۔''اے بچہ (جب کھانا کھاؤ تو سب سے پہلے) اللہ کا نام لیا کرو۔ داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور اپنی طرف سے کھایا کرو۔''(۳۸۰) آپ ﷺ نے آداب ایسے محبت بھرے انداز میں بتائے کہ اس کے بعد نہ صرف عمر بن ابی سلمہؓ نے ان کی پابندی فرمائی بلکہ آپ ﷺ کی پوری امت آج تک ان کی پابندی کرتی ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے چند لکیریں کھینچیں اور فرمایا'' یہ درمیانی لمبی لکیر تو آدمی کی امید کی ہے اور یہ (دوسری قریبی لکیر جو پہلی ٦ لکیر کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے) اس کی موت ہے پس اس دوران کہ آدمی اپنی امیدوں میں لگا ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتا ہے کہ اچانک یہ قریبی لکیر (یعنی اس کی موت) آ جاتی ہے۔ (۳۸۱) آپ ﷺ اپنی گفتگو میں جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ جب تعجب کا اظہار فرماتے تو ہاتھو ں کو پلٹ لیتے۔ جب بات چیت فرماتے تو گفتگو کے ساتھ ساتھ ہاتھوں کے اشاروں کو بھی شامل فرمایا کرتے تھے۔ (۳۸۲)

خلاصہ کلام:

رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی وہ ذات مقدس ہے کہ جس نے زندگی کی تاریکیوں کو دور کر کے دنیا کو صبح روشن کا جلوہ دکھایا۔ آپ ﷺ نے اندھیروں میں گم انسانیت کو صراط مستقیم دکھائی۔ آپ ﷺ نے کفر و شکر اور جہالت کے پردے چاک کر کے حق و صداقت اور علم و آگہی کا اجالا پھیلایا۔ دنیا کی تاریخ میں کون سا ایسا استاذ و مربی گزرا ہے جس کے ہاتھوں اتنی بڑی اور راست تعداد میں لوگ تیار ہوئے ہوں جتنی بڑی تعداد میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تربیت کے ذریعہ تیار ہوئے۔ جن لوگوں کو تربیت آپ ﷺ کے ہاتھوں ہوئی وہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل کیا تھے اور پھر کیا ہو گئے۔ خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے۔ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا۔

یونان کی چمکتی دمکتی اکیڈمیوں نے اندھیرا اور گہرا کر دیا، یہ دنیا منور ہوئی تو غارِ حرا کے گوشے سے طلوع ہونے والے آفتابِ نبوتؐ سے۔ رومۃ الکبریٰ کے قیصر اور فارس کے کسریٰ بھی انسانیت کی پیٹھ پر بوجھ ہی رہے، اگر کسی نے آ کر انسان کو سبکدوش کیا تو آغوشِ آمنہ کے پروردہ نے کیا، یہ فغفور و خاقان انسانیت کے لیے تاوان ثابت ہوئے، دنیا کو امان ملی تو پیغمبرؐ کے گوشۂ دامان میں۔ شاہی قبا و عبا انسانی آبادی کے لیے وبا نکلی، وہ کالی کملی تھی جو گرفتاران بلا کے لیے نسخۂ شفا بنی، بادشاہوں کی وسیع سلطنتیں اپنے باشندوں کے لیے سخت اور تنگ شکنجے تھے جب کہ یتیم مکہ کی چھوٹی سی کوٹھڑی دنیا بھر کے مظلوموں کے لیے اپنے اندر افلا کی وسعتیں رکھتی تھی، حبش سے آنے والے، روم سے آنے والے، فارس سے آنے والے اور نجد سے آنے والے آتے گئے اور سماتے گئے، ارقم کے چھوٹے سے گھر میں بحر و بر سمٹ گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے اپنی رحمۃ للعالمینی کو بھی زبان، نسل اور وطن کے لیے امتیاز سے پاک رکھا، یہ آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپؐ کی ایک ہی مجلس جو مسجدِ نبویؐ کے کچے دالان میں برپا ہوتی تھی، وہ ''اقوام متحدہ'' کا خوبصورت عکس پیش کرتی تھی، مکے کے مہاجر، مدینے کے انصار، فارس کے سلمانؓ، حبش کے بلالؓ، روم کے صہیبؓ، رؤسا سے عثمان غنیؓ، غرباء میں عبداللہ ذوالبجادینؓ، اشراف میں عمرؓ و علیؓ اور خانوادۂ غلاماں میں سے انسؓ ایک ساتھ اسی طرح بیٹھے نظر آتے تھے کہ دیکھنے والا انہیں اگرچہ مختلف رنگوں میں دیکھتا مگر ان سب پر صبغۃ اللہ (اللہ کا رنگ) غالب ہوتا، وطنیت ان کی مختلف تھی، مگر مقصدیت میں کوئی اختلاف نہ تھا، ان کی زبان الگ الگ تھی، مگر عقیدہ و ایمان ایک تھا، ان کی نسل جداگانہ تھی مگر ''اصل'' ہمیشہ ایک رہی، یعنی دینِ اسلام'' یہ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا اعجاز تھا کہ حضرت سلمانؓ کو اہلِ بیت میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا، حضرت بلالؓ مسجدِ نبویؐ کے مؤذن بنے اور حضرت صہیبؓ مسجدِ نبویؐ کے امام قرار پائے۔ یہ عزت، یہ توقیر، یہ منصب، یہ اعزاز حرماں نصیبوں، خاک نشینوں، سوختہ بختوں، حبشیوں اور غلام زادوں کو کس کے طفیل نصیب ہوا؟ اسی درِ یتیم ﷺ کے صدقے، جس کی تعلیم و تربیت نے ہر یتیم کو ''درِ یتیم'' بنا دیا اور:
غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی تربیت اس انداز سے فرمائی کہ وہ اللہ کے راستے میں مصائب و تکالیف برداشت کرنے میں اپنے سے پہلے لوگوں کی طرح صبر و ضبط سے کام لیں۔ علاوہ ازیں ان وعدوں کو پیش نظر رکھنا بھی اسی تربیت کا حصہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے صابر بندوں سے جنت اور اس کی نعمتوں کے کیے تھے اسی طرح وہ وعدے بھی جو مومنوں کو تکالیف دینے والے کافروں کے دردناک عذاب کے کیے تھے اور اس تکلیف دہ زندگی کے باوجود اس خوش آئند مستقبل کی امید رکھنا جس میں اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کی مدد اسی دنیاوی زندگی میں کریں گے، عزت صرف اللہ اور صرف اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے ہوگی اور ذلت اور حقارت مشرکوں اور گناہگاروں کو دامن گیر ہوگی۔اس طرح آپ ﷺ آنے والے حوادث و واقعات کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمایا کرتے تھے اور بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ہی اس دین اور اس کے لشکروں کی مدد فرمائیں گے اور یہ بھی سمجھاتے کہ حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہیں گے کہ فقر و فاقہ، خوف اور شرک و جہالت کا غلبہ برقرار رہے بلکہ عنقریب ہی حالات پلٹا کھائیں گے اور یہ تنگ دستی اور بدامنی دور ہو جائے گی جس کی شکایت لے کر دو آدمی حاضر خدمت ہوئے تھے۔شرک و جہالت کا غلبہ باقی نہ رہیگا بلکہ اسلام پھیل جائے گا اور اس میں ہر طرف بھلائی عام ہوگی اور ہر طرف امن و امان ہوگا۔ چنانچہ ان کے لیے کرنے کا کام صرف یہ ہے کہ وہ ان تمام حالات و واقعات پر صبر کریں جو ان کو ان کے ایمان اور دین پر جمے رہنے کے باعث پیش آرہے ہیں یہاں تک کہ اللہ کی مدد آ پہنچے جو یقیناً آنے والی ہے۔

انسان دنیا میں مختصر وقت کے لیے آیا ہے۔اس دنیا میں کسی نے ہمیشہ قیام نہیں کرنا۔ کل تک ہمارے درمیان جو عزیز و اقارب، دوست احباب، موجود تھے، آج وہ نہیں ہیں۔کل ہم بھی نہیں ہوں گے۔ ہمیں موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کرنے کی جو مہلت ملتی ہے اسے غنیمت جان کر اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔لوگوں سے خوش خلقی سے پیش دوسروں کو بزور سیدھا کرنے کی خواہش رکھنے کی بجائے اپنی اصلاح کریں۔آج کل کی نوجوان نسل بے لگام ذرائع ابلاغ کی نشانہ بن چکی ہے۔والدین بچوں کی تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھار کیں۔اچھی تعلیم و تربیت پانے والے بچے ہی والدین، بزرگوں کے فرماں بردار اور نیک سیرت ہو سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اگر ہم ایک باغ سے تشبیہ دے سکیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک سدا بہار باغ ہے جس پر پچھلے چودہ سو سال سے کبھی خزاں نہیں آئی۔اس میں ہمیشہ سے ہر رنگ اور ہر خوشبو کے پھول کھلتے رہے ہیں جو مسلمانوں کی روح ایمان کو تازہ اور ان کی مشام جاں کو معطر کرتے رہے ہیں اور ان میں ہر دم اضافہ ہوتا رہا ہے، جو اس باغ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رعنائیوں اور نگہتوں کو دوبالا کرتا رہا ہے، اس لیے کہ حضور ﷺ کی محبت ہر مسلمان کے ایمان کا جان ہے لہٰذا جب تک اس کرہ ارض پر ایک بھی مسلمان زندہ ہے حضور ﷺ کی سیرت کا یہ باغ لہلہاتا اور کھلکھلاتا رہے گا، انشاءاللہ۔ میں اپنا مقالہ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا سے ختم کرتا ہوں کہ اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِی وَزِدْنِیْ عِلْماً۔ **ترجمہ** اے اللہ مجھے جو علم عطا کیا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرما اور جو علم فائدہ پہنچانے والا ہو وہی مجھے عطا فرما اور میرے علم میں اضافہ فرما۔ (حواشی و حوالہ جات کے ٤ صفحات منسلک ہیں)

حواشی وحوالہ جات

(١)(مشکوٰۃ / کتاب العلم / ص ٣٦) (٢)(سورہ الانبیاء / آیت نمبر ١٠٧)
(٣)(رحمتہ للعالمین / قاضی سلیمان منصور پوری / فیصل آباد / مکتبہ اسلامیہ / ص ١٤)
(٤) (سورہ الفتح، ٢٩) (٥) (سورہ الاحزاب، ٤٦)
(٦)(سورہ الاعراف، ١٥٨) (٧)(سورہ القلم، ٤)
(٨)(سورہ النمل، ٤) (٩)(سورہ العلق، ٤)
(١٠)(سورہ بنی اسرائیل، ١) (١١)(سورہ آل عمران، ٦٤
(١٢)(سورہ البقرہ، ٨٧)١ (١٣)(سورہ الانعام، ١٤٩)
(١٤)(سورہ التوبتہ، ٣٨) (١٥)(سورہ النجم، ١٦)
(١٦)(سورہ المزمل، ٤) (١٧)(سورہ جمعہ، ٢)
(١٨)(سورہ آل عمران، ٦٤) (١٩)(سورہ الشوریٰ، ٥٦)
(٢٠)(سورہ الاحزاب، ٤٠) (٢١)(سورہ الصف، ٩)
(٢٢) (سورہ سبا، ٥) (٢٣) (سورہ الصف، ٣٩)
(٢٤) (سورہ الاحقاف، ٤٣) (٢٥) (سورہ انشراح، ٧)
(٢٦) (سورہ جن، ١٩) (٢٧)(سورہ آل عمران، ٦١)
(٢٨)(سورہ الاحزاب، ٤٥) (٢٩)(سورہ الضحیٰ، ٥)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳۰)(سوره التوبته/ ۱۲۸) (۳۱) (سوره التحريم/ ۱۸)
(۳۲)(سوره التكوير/ ۲۰) (۳۳)(سوره الكهف/ ۲۰)
(۳٤)(سوره حم سجده/ ٦) (۳۵)(سوره سباء/ ٥)
(۳٦) (سوره النصر/ ۳) (۳۷)(سوره الاحقاف/ ۱۳)
(۳۸)(سوره الرعد/ ۷) (۳۹) (سوره الانفال/ ٦۲)
(٤۰)(سوره الفرقان/ ٥۸) (٤۱)(سوره الحجر/ ۹۹)
(٤۲) (سوره الدهر/ ۲٥)

٤۳۔القرآن/سوره نمبر۱/سوره فاتحه/آیت نمبر ۱
٤٤۔سبل الهدیٰ/ ۱/ ٥۲۷
٤٥۔ سبل الهدیٰ/ ۱/ ٥۲۹
٤٦۔ابن ماجه/ حدیث نمبر ۹۰٦
٤۷۔صحیح مسلم/ کتاب الزکوٰة
٤۸۔مسلم/ کتاب الفضائل/ حدیث نمبر ۳
٤۹۔سبل الهدیٰ/الله/ ٥٤۱
٥۰۔مسلم/ کتاب الفضائل ٥۱۔الترمذی/ ۲/ ۲۸۲
٥۲۔الترمذی/ ۲/ ۲۸۲ ٥۳۔سبل الهدیٰ/ ۱/ ٥٦٤
٥٤۔مسند احمد بن حنبل/ ۱/ ۲۲۷
٥٥۔ابن ماجه/حدیث نمبر ۳۸۳۰
٥٦۔سنن ابی داؤد/کتاب الادب فی حسن الخلق/ ۲/ ۱۸۷
٥۷۔الجامع الصغیر للسیوطی/ ۱/ ۳٦۳
٥۸۔صحیح مسلم/ کتاب الایمان/ حدیث نمبر ۳۲۷
٥۹۔ مسند احمد/ حدیث ٥٦٦۷
٦۰۔ابن ماجه/کتاب الزاهد/ حدیث ٤۱٥۳
٦۱۔سنن ترمذی/ کتاب المناقب/ ۲/ ۲۹۹
٦۲۔ابن ماجه/ الدارمی/ حدیث ۲۲۹
٦۳۔القرآن/سوره الانبیاء/سوره نمبر ۲۱/آیت نمبر۱۰۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(٦٤).رحمته للعالمین / قاضی سلیمان منصور پوری / فیصل آباد / مکتبہ اسلامیہ / ص ١٤

(٦٥)(ابوالحسن علی ندوی، مولانا، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، کراچی، مجلسِ نشریات اسلام، ص ٣٢.٣١)

(٦٦) (ایضاً ص ٣٣) (٦٧) (ایضاً ص ٣٧)

(٦٨) (Robert Briffault) The making of humanity Oxford University Press, U.S.A 1964, P; (64)

(٦٩) (ابوالحسن علی ندویؒ، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص ٦٣)

(٧٠) (الروم/٤١)

(٧١) (بحوالہ: ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص ٨٤)

(٧٢) (شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ،کراچی، قدیمی کتب خانہ، ١/١٠٥)

(٧٣) (ظفر علی قریشی، محسن انسانیتؐ ،اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی، ١٩٩٥ء، ص ٦)

(٧٤) (سورۃ الروم/٤١) (٧٥) (سورۂ ابراھیم/٢)

٧٦.رسول اکرم ﷺ اور تعلیم / ڈاکٹر یوسف القرضاوی مترجم ارشاد الرحمان / لاھور / دارالتذکیر / ٢٠٠٩ء / ص ١١)

٧٧.ماھنامہ نقوش سیرت نمبر مقالہ عھد نبوی ﷺ کا نظامِ تعلیم ڈاکٹر محمد حمید اللہ،ادارہ فروغ اردو لاھور ١٩٨٣ء، ج / ٤،ص /١١٧.

٧٨. شرر، عبدالحلیم، تاریخ اسلام حیدر باد دکن ١٩٢٥ء، ج / ١،ص /١٢،

٧٩. طلحہ حسین، ڈاکٹر ادب الجاھلی، ترجمہ محمد رضا انصاری، مطبوعہ دھلی ١٩٤٦ء،ص /٦٤،

٨٠. یہ قصائد بے شمار مطابع سے متعدد زبانوں میں ترجمہ ھوکر شائع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ھوچکے ھیں۔(ڈی لیسی اولیری / مترجم یاسر جواد / لاھور/ نگارشات/ ۲۰۱۰ء

۸۱۔ ماھنامہ نقوش سیرت نمبر، مقالہ عھد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ فروغ اردو لاھور ۱۹۸۳ء، ج / ٤، ص / ۱۱۶۔۱۱۷،

۸۲۔ نوراحمد، مولوی مسلمانوں کے تھذیبی کارنامے مترجم رحمان مذنب، فیروز سنز کراچی، طبع اول ۱۹۷۱ء، ص / ۱۰۰،

۸۳۔ Encyclopedia Survey of Hinduism by Benjamin walker New Delhli 1983, Vol:1. P230

(٨٤)(ھدایت انسان کی روحانی ، باطنی ضرورت ھے ۔ جس کا اھتمام اللہ رب العالمین نے آدم علیہ السلام کے ھبوطِ ارضی کے ساتھ ساتھ فرمایا۔ دیکھیئے سورہ البقرہ آیت نمبر ۳۸۔۳۹)

(٨٥)(نبی اور رسول میں فرق نھیں ، دونوں کا تقرر بارگاہ احدیت سے ھوتا ھے ، دونوں کو وحی الھام سے نوازا جاتا ھے ، تاھم اصطلاحی طور پر نبوت و رسالت میں فرق ھے ۔ رسول ، کتاب ، صحیفہ ، شریعت کا حامل ھوتا ھے جبکہ نبی نھیں ھوتا اس لیے ھر رسول نبی ھی ھوتا ھے لیکن ھر نبی رسول نھیں ھوتا)

(٨٦)(سورہ الحجر / آیت نمبر۱) (٨٧)سورہ الانبیاء / آیت نمبر ۱۰۷)

(٨٨) (سورہ الصف /آیت نمبر ۹) (٨٩)(سورہ النحل / آیت نمبر۳٦)

(٩٠)(سورہ مریم / آیت نمبر۵۸) (٩١)(سورہ انعام / آیت نمبر ٨٤)

(٩٢)(سورہ النمل / آیت نمبر ۵۹) (٩٣)(سورہ ص / آیت نمبر ٤٧)

(٩٤)(سورہ فاطر / آیت نمبر ۳۲) (٩٥)(سورہ ص / آیت نمبر٤٨)

(٩٦)(سورہ آل عمران / آیت نمبر٨٤، سورہ البقرہ آیت نمبر۱۳٦)

(٩٧)(سورہ البقرہ / آیت نمبر۲۸۵)ا

(٩٨)(سورہ البقرہ / آیت نمبر ۲۵۳)ا

(٩٩) (آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیا و رسل کے درمیان اور باتوں کے علاوہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بقول قاضی عیاض ایک فرق اور بھی تفصیل کے لیے دیکھیئے الشفا / ج ۱ /ص ۲٤٦)

(۱۰۰) (سورہ مائدہ/ ۶۷،۹۹، سورہ عنکبوت / ۱۸، سورہ تغابن / ۱۲، سورہ اعراف / ۲۲،۲۸،۹۳، سورہ الجن /۲۳، سورہ النحل /۳۵

(۱۰۱)(سورہ بقرہ / ۱۲۹،۱۵۱، سورہ آل عمران / ۱٦٤، سورہ جمعہ / ۲، سورہ زمر /۷۱)

(۱۰۲)(سورہ النحل / ۱۵)۔

(۱۰۳)(سورہ توبہ / ۳۲، سورہ الفتح / ۲۸، سورہ الصف / ۹)

(۱۰٤)(سورہ النساء /۸۵،۱۰۵، سورہ حدید / ۲۵)

(۱۰۵)(سورہ البقرہ / ۱۱۹، سورہ اسراء / ۱۰۵، سورہ فرقان /۲۲، سورہ احزاب /٤۵، سورہ فاطر /۲٤، سورہ فتح / ۸)

(۱۰٦)(سورہ نوح / آیت نمبر۲٦) (۱۰۷)(القرآن)

(۱۰۸) (تفصیل کے لیے دیکھیئے علامہ زرقانی / شرح مواهب ج ۵ / ص ۲٦۱۔۲٦۲)

(۱۰۹) (ڈاکٹر نثار احمد / خطبہ حجتہ الوداع / لاهور /کتاب سرائے / ۲۰۰۵ء / ص ۱۱۲۔۱۱۳)

(۱۱۰)(سورہ البقرہ / ۱۲٤)

(۱۱۱)(سورہ طہ / ۲۵، سورہ نمل / ۱۲، سورہ طہ ٤۲تا٤۸، سورہ اعراف / ۱۰٤۔۱۰۵وغیرہ)

(۱۱۲)(متی /باب ۱۵، آیت ۲٤، ص ۱۹ /نیا عهد نامه) (مزید تقابلی بحث اور تفصیلات و حوالوں کے ملاحظہ ہو: قاضی سلیمان منصور پوری / رحمتہ للعالمین / ج۳ / ص ۹۰تا ۹۳)

(۱۱۳)(سورہ توبہ / ۱۲۸، سورہ کهف / ٦، سورہ انبیاء / ۱۰۷، سورہ الشعراء/ ۳)

(۱۱٤)(سورہ الاحزاب / ۲۱) (۱۱۵)(سورہ النساء / ۱٦۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱۱۶)(سورہ انشراح / ۹) (۱۱۷)(الاحقاف / ۳۵)
(۱۱۸)(سورہ الحدید / ۲۵
(۱۱۹) (ریاست نبوی ﷺ کی تاسیس ۱ھ (۲۳ق۔۶۶۲ء)میں ہوئی اور ۹ ھ (۳۱ق۔۶۳۰ء) تک وہ آقائے عرب میں (۱۰ لاکھ مربع میل سے زائد رقبہ تک) پھیل گئی)
(۱۲۰)(چنانچہ اسلام دین کائنات ھے : آل عمران / ۸۵، ۱۸۳ ، سورہ یوسف / ۴۰، سورہ روم / ۳۰)
(۱۲۱)(سورہ بقرہ / ۱۸۵، سورہ نساء / ۱۰۵، سورہ انعام / ۹۰، سورہ ص /۸۷ ، سورہ الزمر / ۴۱، سورہ القلم / ۵۲، سورہ مدثر / ۳۱، سورہ عبس / ۱۱، سورہ التکویر / ۲۷،)
(۱۲۲)(سورہ الانعام / ۹۰)
(۱۲۳)(سورہ یوسف / آیت نمبر ۱۰۴)(سورہ ص / آیت نمبر ۸۷)
(۱۲۴) (سورہ القلم / آیت نمبر۵۱)
(۱۲۵)(قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری / رحمتہ للعالمین / جلد دوم / لاھور / مکتبہ اسلامیہ / ص ۳۰۰)
(۱۲۶) (پروفیسر حسن الدین هاشمی / اسلامیات / لاهور / انڈس پبلیشنگ هاؤس / ص ۳۶)
(۱۲۷)(ڈاکٹر خالد علوی / انسان کامل / لاهور / الفیصل ناشران / ۲۰۰۲ / ص ۶۸۵)
(۱۲۸)(مولانا ابو الاعلیٰ مودودی / اسلامی اصول اور اس کے مبادی / لاهور / اسلامك پبلی کیشنز / ص ۲۱۸).
(۱۲۹)(سورہ فتح / آیت نمبر ۲۹)
(۱۳۰)(سورہ محمد / آیت نمبر ۲)
(۱۳۱)(دنیا ایك نئے عالمی نظام کی تلاش میں / سیرت النبی ﷺ پر مقالہ / لاهور / ایجوکیشن ٹائمز / ۱۹۹۴ء / ص ۳
(۱۳۲)(سورہ الانبیاء/آیت نمبر ۱۰۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱۳۳) (سورہ احزاب / آیت نمبر ۴۰)

(۱۳۴)(پروفیسر حسن الدین ہاشمی / اسلامیات / لاہور / انڈس پبلیشنگ ہاؤس / ص ۲۷)

(۱۳۵)(سورہ الاعراف / آیت نمبر ۱۵۸)

(۱۳۶)(ڈاکٹر نثار احمد / خطبہ حجتہ الوداع / لاہور / بیت الحکمتہ / ۲۰۰۵/ص ۹۸)

(۱۳۷)(سورہ الفرقان / آیت نمبر۱)

(۱۳۸) (تفصیل کے لیے دیکھیئے قاضی عیاض / الشفا / ج ۱ / ص ۳۶۔۲۷)

(۱۳۹)(القرآن)

(۱۴۰)(سورہ سبا/ آیت نمبر ۲۸)

(۱۴۱)(تفصیل کے لیے دیکھیئے قاضی عیاض / الشفا / ج ۱ / ص ۱۰۰۔۱۰۱)

(۱۴۲)(صحیح مسلم / کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ /دھلی /نور محمد کارخانہ تجارت کتب / ج ۱ / ۱۹۳۰ء / ص ۱۹۹)

(۱۴۳)(بخاری / کتاب الصلوٰۃ / باب قول النبی صص جلعت الی الارض مسجدا / جلد ۱ / ص ۱۱۱۳)

(۱۴۴)(صحیح مسلم / کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ /دھلی /نور محمد کارخانہ تجارت کتب / ج ۱ / ۱۹۳۰ء / ص ۱۹۹

(۱۴۵)(امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری / تاریخ الامم و الملوک / قاهره / مطبعه الستقامه / ۱۹۳۹ء / جز ثانی / ص ۷۱

(۱۴۶)(سفراء النبی محمود / شبت الخطاب / دار الاندلسی سعودی عربیه / ۱۹۹۶ء /ج ۱ / ص ۱۰۳)

(۱۴۷)(پیر کرم شاہ الازہری / نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق /نقوش رسول نمبر / لاہور /ج ۴ / لاہور / ۱۹۸۳ء / ص ۲۴۵)

(۱۴۸)(مولانا سید سلیمان ندوی /خطبات مدراس /لاہور /اظہار سنز /۱۹۷۶ /ص ۴۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱٤۹)(سورہ احزاب / آیت نمبر ٤۰)
(۱۵۰)(ڈاکٹر محمد ریاض / خطبات اقبال سہ ماہی فکر و نظر / اسلام آباد / ج ۲۷ / شمارہ ۲۵ / (جنوری تا مارچ ۱۹۹۰ء) / ص ۹۱)
(۱۵۱)(سورہ احزاب / آیت نمبر ۲۱)
(۱۵۲) (مفتی محمد تقی عثمانی، آنحضرت ﷺ کا انداز تعلیم و تربیت اور اس کے انقلابی اثرات، کراچی، ماھنامہ البلاغ، مئی ۲۰۰۳ء/ ص۱۰)
(۱۵۳)(دین رحمت / شاہ معین الدین ندوی / کراچی / مکتبہ عارفین / ۱۹٦۷ / ص ۱۱۲)
(۱۵٤)(مرزا سخی محمد / علم التعلیم / علمی کتب خانہ / لاہور / ۱۹۹۷ء / ص / ۱۹)
(۱۵۵)(ایس ایم شاھد / اسلامك سسٹم آف ایجوکیشن / لاھور / مجید بك ڈپو / ص ٤۲)
(۱۵٦) (القرآن / سورہ البقرہ / آیت نمبر ۲۵۹)
(۱۵۷)۔ (الراغب الاصفهانی، حسین بن محمد بن المفضل المفردات فی غریب القرآن، مطبوعه مصر ۱۳۲٤ء، ص / ۳٤۳)
(۱۵۸) (پروفیسر خورشید احمد / اسلامی نظریہ حیات / کراچی / شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی / ۱۹۸۲ء / ص ٤۲۱)
(۱۵۹) (ایس ایم شاھد / اسلامك سسٹم آف ایجوکیشن / لاھور / مجید بك ڈپو / ص ٤۷)
(۱٦۰)(ابو الطاھر، علامہ مجدد الدین محمد بن یعقوبفیروز آبادی / القاموس المحیط و القابوس الوسیط فی اللغة / دارالفکر بیرورت / ج ٤ / ص ۱۵۳)
(۱٦۱)(فیروز آبادی / القاموس المحیط / دارالفکر بیرورت / ج ٤ / ص۱۵۳)
(۱٦۲)(لوبیس معلوف / المنجد / مطبعه کاتولیکیه بیروت / طبعه عاشراً /

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۴۷ء / ص ٥٥)

(۱٦۳) (ابن المنظور / لسان العرب / نشر الادب / قم ایران / ص ٤١٦)

(١٦٤) (القرآن / سوره الحجر / آیت نمبر ٨٦)

(١٦٥)(القرآن / سوره الحشر / آیت نمبر ۲۲)

(١٦٦) (رسول اکرم ﷺ اور تعلیم / ڈاکٹر یوسف القرضاوی مترجم ارشاد الرحمان / نگارشات / ص ١١-١٢)

(١٦٧)(مرزا سخی محمد / علم التعلیم /ص /٦٩)

(١٦٨)(ظفر حسین خان / اساس تعلیم /کراچی /طاهر سنز / ۱۹۸۳ء /ص٥٨)

(١٦٩)(Al-Abrashi,Atiya/Education in Islam/Translated by Ismail Kashmiri/The supreme council for Islamic Affairs/cairo egypt/1967)

(۱۷۰)(سورة البقره / ۲۰۱)

(۱۷۱)(سورة البقره/ ۲۰۱)

(۱۷۲)(سورة القصص / ۷۷)

(۱۷۳)(تعلیم کی اهمیت (سنت کی روشنی میں) / ڈاکٹر یوسف القرضاوی مترجم ابو مسعود اظهر ندوی / نئی دهلی / مکتبه اسلامی پبلیشرز /۱۹۹۸ء)

(١٧٤)(سورة انعام /آیت نمبر ١٦٤)

(١٧٥)(سوره الغاشیه / آیت نمبر ۱۷تا ۲۰)

(١٧٦)(محمد بن یزید ابن ماجه / السنن ابن ماجه /ج ١ /ص ٨١)

(۱۷۷)(سوره الجمعه / آیت نمبر ۲)

(۱۷۸)(رواه البخاری و ابوداؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجه)

(۱۷۹تا ۱۸۳) (کتاب تعلیم / سلطان جهاں / کراچی / آزاد پبلیشرز / ص٥٥

(١٨٤)(تعلیم و تدریس / محمد یاسین شیخ / کراچی /غضنفر اکیڈمی /

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ص ۲۳)
(۱۸۵)(ایضاً)
(۱۸٦) (تعلیم کی فلسفیانہ اور عمرانیاتی بنیادیں / محمد اشرف خرم / کراچی / اردو اکیڈمی / ص ۱٤۷)
(۱۸۷)(ایضاً)
(۱۸۸)(تاریخ تعلیم / پروفیسر محمد اکرم قریشی / لاھور / مجید بك ڈپو / ص ٤۹)
(۱۸۹)(عمرانیات / پروفیسر ساجد حسین / کراچی / غضنفر اکیڈمی / ۹۹)
(۱۹۰)(ایضاً) (۱۹۱)(العلق / آیت۱ تا ٥)
(۱۹۲)(البقرہ / آیت۳۱) (۱۹۳)(الانبیاء / آیت۷۹)
(۱۹٥)(سورہ المجادلہ / آیت نمبر ۱۱)
(۱۹٥)(سورہ المجادلہ / آیت نمبر ۱۱) (۱۹٦)(القلم / آیت۱)
(۱۹۷)(سورۃ القمان / آیت۲۰)
(۱۹۸)(سورۃ الزمر / آیت۹) (۱۹۹)(سورۃ طٰہٰ / آیت۱۱٤)
(۲۰۰)(محمد بن یزید ابن ماجہ / السنن ابن ماجہ / ج ۱ / ص ۸۱)
(۲۰۱)(مشکوٰۃ شریف)
(۲۰۲)(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)(مولانا محمد عاشق الٰھیٰ بلند شھری / فضائل علم / کراچی / دارالعلوم کراچی / مئی ۱۹۸٦ / ص ۸٤)
(۲۰۳)(مسلم اور اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ھے ۔ ابن حبان نے اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیاھے ۔ حاکم نے کھا ھے : بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق یہ صحیح ھے ۔ ترغیب حدیث نمبر ۱۰٥)
(۲۰٤)(احمد ، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ھے ۔ بیھقی اور حاکم نے بھی روایت کیا ھے ۔ حاکم نے اسے صحیح کھا ھے ، حمزہ الکنانی نے حسن کھا ھے ۔ اس کے علاوہ محدثین نے اس کی سند میں اضطراب پر اسے ضعیف کھا ھے ۔ حافظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن حجر نے فتح الباری میں ان کا ذکر کیا ھے۔)

(۲۰۵)(ابن ماجه، ابوعبدالله محمد بن یزید سنن ابن ماجه داراحیاء، التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ حدیث نمبر ۲۱۹،)

(۲۰۶)(ابوداؤد سلیمان بن اشعث صحیح سنن ابوداؤد البانی، ج / ۲،ص / ۶۹۴، حدیث ۹۶)

(۲۰۷) (ترمذی نے اسے روایت کیاہے اور کہا ھے حدیث حسن صحیح ھے)

(۲۰۸)(اسے طبرانی اور بزار نے حسن سندہ کے ساتھ روایت کیا ھے۔ / ترغیب ۱۰۳ مجمع الزوائد ج۱ / ۱۲۰ میں کہا ھے کہ اس کی سند میں عبدالله بن عبدالقدوس ھے لیکن امام بخاری اور ابن حبان نے اسے ثقه کہا ھے اور ابن معین نے اسے ضعیف کہا ھے)

(۲۰۹)(ابن ماجه ، مقدمه ،۱ / ۸۱، ترمذی، کتاب العلم ، باب ماجاء فی فضل الفقه ، ۵ / ۴۸)

(۲۱۰)(اسے ترمذی نے کتاب العلم حدیث ۲۶۴۹ میں حضرت انس سے روایت کیا ھے)

(۲۱۱)(بخاری، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجه ، مسند احمد بن حنبل)

(۲۱۲)(مسند احمد)

(۲۱۳)(شیخ ولی الدین ابو عبدالله محمد بن عبدالله الخطیب / مشکوٰۃ المصابیح / کتاب العلم / الفصل الثانی /کراچی / ۱۳۶۸ھ /ص ۳۴

(۲۱۴) (کنز الاعمال / حیدرآباد / ج ۱۰ / ص ۹۲)

(۲۱۵)(ابوبکر احمد بن حسین البیهقی / السنن الکبریٰ / ج۹ / دارالفکر بیروت / ص ۲۴۰)

(۲۱۶)(ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی / الجامع السنن / ج ۴ / دارالفکر بیروت / ص ۳۱۴)

(۲۱۷) (خطیب العمری / مشکوٰۃ / دهلی / ص ۳۶)

(۲۱۸)(الزوائد / ج۱ /ص ۱۲۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲۱۹)(ترمذی کتاب الاحکام، باب الوقف، ۳/ ۶۶۰، ابو داؤد، کتاب والوصایا، باب ماجاء فی الصدقه، ۳/ ۳۰۰)

(۲۲۰) (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

(۲۲۱)(رواه ابو داود و الترمذی و صححه ابن حبان فی صحیحه و لفظه رحم الله امرا)

(۲۲۲) (پروفیسر رب نواز/حضور ﷺ کی تعلیمی جدوجهد/ص ۹)

(۲۲۳) (فضائل علم و علماء / ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن / لاهور/ اداره اسلامیات/ ص ۲۱)

(۲۲۴)(فضائل علم و علماء/ ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن / لاهور/ اداره اسلامیات/ ص ۲۲)

(۲۲۵)(المعروف، فی غریب القرآن للاصفهانی ص ۱۸۴)

(۲۲۶)(لسان العرب لابن منظور۔ماده ربب جلد اول ص ۳۹۹،۴۰۱–۴۰۲)۔

(۲۲۷)(کتاب اسس التربیه الاسلامیه فی السنته النبویته عبدالحمید زنتانی ص۲۳)

(۲۲۸)(ایضاً جلد اول ص۲۵)۔

(۲۲۹)(خرم مراد/ اپنی تربیت آپ قرآن کریم کی روشنی میں / ششماهی علوم القرآن/ علی گڑھ /شماره ۲۲/جنوری تا جون ۲۰۰۷ء/ ۹۱۔)

(۲۲۹الف)(سوره النجم / آیت نمبر ۳۹)

(۲۳۰)(خرم مراد/ اپنی تربیت آپ قرآن کریم کی روشنی میں / ششماهی علوم القرآن/ علی گڑھ /شماره ۲۲/جنوری تا جون ۲۰۰۷ء/ ۹۶)

(۲۳۱)(سوره بنی اسرائیل / آیت نمبر ۱۹)

(۲۳۲)(مجموع فتاوی شیخ الاسلاما بن تیمینیه جلد وال ابن تیمنیه جلد اول ص۶۲، زادالمسعیری فی علم التفسیر ابن جوزی جلد وال ص ۴۱۳)۔

(۲۳۳)(فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمینه جلد اول ص۶۳)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(٢٣٤)(اسس التربيته الاسلاميه ص ٢٩ -۔٣٠)۔

(٢٣٥)The term training refers to the acquisition of knowledge, skills, and competencies as a result of the teaching of vocational or practical skills and knowledge that relate to specific useful competencies (http://en.wikipedia.org/wiki/Training)

(٢٣٦)(ہم نصابی مشاغل سے وہ سرگرمیاں مراد ہیں جو نصاب تعلیم میں شامل نہیں ہوتیں لیکن ان کے بغیر تعلیم و تربیت نامکمل اور غیر مؤثر ہو کر رہ جاتی ہیں ۔ ان مشاغل کو کمرہ جماعت میں انجام نہیں دیا جاتا لیکن اس کے باوجود یہ اپنی جگہ نہایت اہم ہیں ۔ ان مشاغل سے فرد کی ذہنی، جسمانی ، اخلاقی اور روحانی نشوونما ہوتی ہے اور اس کی شخصیت کی مکمل طور پر تربیت ہوتی ہے اسی لیے ان کو ہم نصابی مشاغل کہا جاتا ہے ۔)(تنظیم مدرسہ / علی اوسط صدیقی / کراچی /طاھر سنز /ص١٩٦

Extracurricular activities are activities performed by students that fall outside the realm of the normal curriculum of school or university education. Extracurricular activities exist at all levels of education, from 4th-6th, junior high/high school, college and university education.

(http://en.wikipedia.org/wiki/Extra-curricular_activities)

(٢٣٧)(نبی اکرم ﷺ کا منہاج تربیت / ڈاکٹر محمد امین / السيرة / ١٤٢١ء / ص ٢٥٤۔٢٥٥)

(٢٣٨)(سورہ البقرہ / آیت نمبر ٣١)

(٢٣٩)(سورہ رحمن / آیت نمبر ١ تا ٤)

(٢٤٠)(سورہ العلق / آیت نمبر ٤۔٥)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲٤۱)(سورہ البقرہ / آیت نمبر۱۲۹)
(۲٤۲) (اسلامی نظام تعلیم / پروفیسر علی اوسط صدیقی / کراچی / طاہر سنز / ص ٤۹)
(۲٤۳)(فتح القدیر الجادم بین فنی الروایۃ و الدرایۃ من علم التفسیر شوکانی، مصر، مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۳۹ھ/ج۱/ص ۲٦۲، تخریج احادیث اصول البزدوی للحافظ قاسم ابن قطلوبغا، کراچی، نور محمد ۱۳۸۲ھ / ص ٤ یہ اصول البزدوی کے ساتھ شائع کی گئی ھے)
(۲٤٤)(سورہ البقرہ / آیت نمبر۱۵۱)
(۲٤۵)(سورہ آل عمران / آیت نمبر۱٦٤)
(۲٤٦)(سورہ الجمعہ / آیت نمبر۲)
(۲٤۷)(المسند، جز من رقم الحدیث ٤۵۱۵، ۲۲ / ۳۹۱: و السنن الکبریٰ)(۲٤۸)(التحریم آیت ۳)
(۲٤۹)(سورہ آل عمران آیت ۱۳۲)
(۲۵۰)(سورہ الحشر آیت ۷)
(۲۵۱)(سورہ آل عمران آیت ۳۱)
(۲۵۲)(سورہ آل عمران آیت ۳۲)
(۲۵٤) (سورہ عبس، آیت۱۔۱۰،سورہ الانفال آیت ٦۷، سورہ الانعام آیت ۳۵، وغیرہ)
(۲۵۵)(شاہ ولی اللہ الدھلوی، حجتہ اللہ البالغہ، ص۱۲۸، طبع دار الفکر، قاھرہ،
(۲۵٦)(اسس التربیتہ الاسلامیہ ص۲۵)
(۲۵۷ نہج التربیتہ الاسلامیہ ص ۲۵)۔
(۲۵۸)(اسس التربیتہ الاسلامیہ ص ۲٦)۔
(۲۵۹)(بخاری کتاب العلم (حدیث ۷۹) مسلم)
(۲۵۹الف)(ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ وغیرہ)۔
(۲٦۰)(فتح الباری جلد اول ص۱۷۷)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(٢٦١) (رسول اکرم ﷺ کا انداز تربیت / مفتی ثناء اللہ محمود / کراچی / دارالاشاعت / ص ٣٣)

(٢٦٢)(اسس التربیتہ الاسلامیتہ ص ٢٦)

(٢٦٣)(رسول اکرم ﷺ کا انداز تربیت / مفتی ثناء اللہ محمود / کراچی / دارالاشاعت / ص ٣٣)

(٢٦٤)(الحدیث بخاری کتاب العلم)

(٢٦٥) (فتح الباری / جلد اول / ص ١٦٤)

(٢٦٦)(رسول اکرم ﷺ کا انداز تربیت / مفتی ثناء اللہ محمود / کراچی / دارالاشاعت / ص ٣٤)

(٢٦٧)(ایضاً / ص ٣٥)

(٢٦٨) (فن تعلیم و تربیت / افصل حسین / لاهور / اسلامك پبلی کیشنز / ٢٠٠٨ء / ص ١٧٤)

(٢٦٩ تا ٢٧٣)(فن تعلیم و تربیت / افصل حسین / لاهور / اسلامك پبلی کیشنز / ٢٠٠٨ء / ص ٤١)

(٢٧٤)(اسلامی نظام تعلیم / علی اوسط صدیقی / کراچی / طاهر سنز / ص ٤٦)

(٢٧٥)(البقره / آیت نمبر ٣١)

(٢٧٦) (رسول اللہ ﷺ بطور معلم / الشیخ عبد الفتاح ابو غده مترجم مولانا حبیب حسن / کراچی / درخواستی کتب خانه / ص ٣٧)

(٢٧٧)(رسول اکرم ﷺ کے طریقه تعلیم کی خصوصیت / مولانا اکرام اللہ جان قاسمی / کراچی / السیرة / مئی ٢٠٠٣ء / ص ١٨٤)

(٢٧٨)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ٢٠٠٨ء / ص ١٣)

(٢٧٩)(متفق علیه)

(٢٨٠)(صحیح بخاری)

(٢٨١)(صحیح بخاری)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(٢٨٢)(سنن ابی داؤد و سنن النسائی)

(٢٨٣)(سنن ابی داؤدو سنن ابن ماجه)

(٢٨٤) (البدایه و النهایه / ٣/ ٤٧١)

(٢٨٥) (مسند ١٢/ ٢٤٤، ١٤/ ٩/ ٢٠٩ آخری حصے کو امام بخاری نے حضرت انسؓ اور حضرت ابوهرهرهؓ سے نقل کیا هے اور دعا والی بات اور جگه مذکور هے ۔ فتح ، ١/ ٣٣٥، ٣٣٦)

(٢٨٦)(صحیح بخاری)

(٢٨٧)(جامع الترمذی)

(٢٨٨)(صحیح مسلم)

(٢٨٩)(شمائل ترمذی / ص ١٤/ ١٥)

(٢٩٠)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ٢٠٠٨ء / ص ١٦)

(٢٩١)(البیهقی)

(٢٩٢)(بخاری ، ١٠، ٣٧٤/ مسلم ، رقم الحدیث ١٠٠٥)

(٢٩٣)(بخاری ، ١٠، ٤٦٢/ مسلم ، رقم الحدیث ٢٦٤١)

(٢٩٤)(سنن ابی داؤد)

(٢٩٥)(سنن ابی داؤد)

(٢٩٦)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ٢٠٠٨ء / ص ٢١۔٢٢)

(٢٩٧)(المواهب المدینه)

(٢٩٨)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ٢٠٠٨ء / ص ٢٣)

(٢٩٩) (رسول اکرم ﷺ کے طریقه تعلیم کی خصوصیات / ڈاکٹر اکرام الله جان قاسمی / کراچی / السیرة / مئی ٢٠٠٢ء / ص ١٧٩)

(٣٠٠)(انسان کامل / ڈاکٹر خالد علوی / لاهور / الفیصل ناشران / ٢٠٠٢ء /ص ٢١٧)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳۰۱) (رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ۲۰۰۸ء / ص ۲٤)

(۳۰۲)(سنن النسائی)

(۳۰۳) (رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ۲۰۰۸ء / ص ۲٥)

(۳۰٤) (الزوائد / ۱ / ۱۲۹)

(۳۰٥)(بخاری و مسلم) (۳۰٦)(صحیح مسلم)

(۳۰۷)(رسول الله ﷺ بطور معلم / الشیخ عبد الفتاح ابو غده مترجم مولانا حبیب حسین / کراچی / درخواستی کتب خانه / ص ٤۳)

(۳۰۸)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ۲۰۰۸ء / ص ۳٤)

(۳۰۹)(الطبرانی) (۳۱۰)(ایضاً)

(۳۱۱)(پروفیسر حسن الدین هاشمی / اسلامیات / لاهور / انڈس پبلیشنگ هاؤس / ص ۹۷)

(۳۱۲)(جامع الترمذی) (۳۱۳)(ابو داؤد، حاکم)

(۳۱٤)(صحیح بخاری / امام ابو عبدالله محمد بن اسماعیل بخاری)

(۳۱٥)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ۲۰۰۸ء / ص ۳۸)

(۳۱٦)(فن تعلیم و تربیت / افضل حسین / لاهور / اسلامك پبلی کیشنز / ۲۰۰۸ء / ص ۸۳)

(۳۱۷)(فن تعلیم و تربیت / افضل حسین / لاهور / اسلامك پبلی کیشنز / ۲۰۰۸ء / ص ۸٤)

(۳۱۸)(رواه البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و رواه ابن ماجه من حدیث عثمان کذا فی الترغیب. فضائل اعمال / مولانا محمد زکریا / لاهور / کتب خانه فیضی / ص۲۹۸-۲۹۹)

(۳۱۹) (رواه احمد باسناد، کذافی الترغیب.فضائل اعمال / مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد زکریا/لاهور/کتب خانه فیضی /ص۲۹٦)
(۳۲۰)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت/ مولانا سراج الدین ندوی/ لاهور/ ۲۰۰۸ء / ص ۵۰)
(۳۲۱)(جامع الترمذی/امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی)
(۳۲۲)(صحیح بخاری / جلد ۱/ ص ١٤)
(۳۲۳)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت/ مولانا سراج الدین ندوی/ لاهور/ ۲۰۰۸ء / ص ۵۲)
(۳۲٤) (مشکوٰۃ/ ص ۱۳۵)
(۳۲۵)(اترنج: سنترہ کی مانند ایك خوش ذائقه اور خوشبو دار پهل)
(۳۲٦)(ریحانه: ایك خوشبو دار پهول)
(۳۲۷)(سنن النسائی /مشکوٰۃ شریف / ص ۱۸٤)
(۳۲۸)(صحیح مسلم/ جامع الترمذی/ مسند احمد بن حنبل/ اصول کافی)
(۳۲۹)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت/ مولانا سراج الدین ندوی/ لاهور/ ۲۰۰۸ء / ص ٥٤)
(۳۳۰)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت/ مولانا سراج الدین ندوی/ لاهور/ ۲۰۰۸ء / ص ۵۵)
(۳۳۱)(متفق علیه)
(۳۳۲)(صحیح بخاری)
(۳۳۳)(صحیح بخاری / رقم ٤٤١٨)
(۳۳٤)(جامع الترمذی/ رقم ۳٦٤١، شمائل الترمذی / رقم ۲۱۸)
(۳۳۵) (صحیح بخاری / رقم ٤٨٢٨)
(۳۳٦)(شمائل الترمذی / رقم ۲۱۷)
(۳۳۷)(صحیح بخاری / رقم ۳۰۳۵)
(۳۳۸)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت/ مولانا سراج الدین ندوی/ لاهور/ ۲۰۰۸ء / ص ۵۵)
(۳۳۹)(رواه الترمذی فی الشمائل ، صفحه ۱۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳٤٠)(سوره الواقعه / آیت نمبر ۳۵تا ۳۷)
(۳٤١)(رواه الترمذی فی الشمائل ، صفحه ١٧)
(۳٤٢)(محسن انسانیت ﷺ)
(۳٤۳)(بخاری /۳۷۵، مسلم /رقم الحدیث ۲١٦۵)
(۳٤٤)امام مسلم، الجامع الصحیح کتاب الفضائل باب من خلقه صلی الله علیه وسلم
(۳٤۵)(بخاری مسلم)
(۳٤٦)(بخاری مسلم)
(۳٤۷)(بخاری مسلم)
(۳٤٨)(الصحوة الاسلامیته)
(۳٤۹)(بخاری)
(۳۵٠)(بخاری)
(۳۵١)(سوره آل عمران:١۵۹)
(۳۵٢)(الصحوة الاسلامیه
(۳۵۳)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ۲٠٠٨ء / ص ٦۵)
(۳۵٤)(صحیح بخاری و صحیح مسلم)
(دعوت اسلامی اور اس کے اصول و آداب / محمد فاروق خاں / لاهور / اسلامك پبلیکیشنز / ص ۲٨)
(۳۵۵)(صحیح بخاری)
(۳۵٦)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ۲٠٠٨ء / ص ۷۲)
(۳۵۷)(ریاض الصالحین /الامام ابی زکریایحییٰ بن شرف النووی الدمشقی / کراچی /من الناشر قدیمی کتب خانه / ١۹٨۹)
(۳۵٨)(المواهب المدینه)
(۳۵۹)(محسن انسانیت ﷺ)
(۳٦٠)(رسول خدا ﷺ کا طریق تربیت / مولانا سراج الدین ندوی / لاهور / ۲٠٠٨ء / ص ۷٦)
(۳٦١)(الزوائد / ج١ / ص ١۲۹)
(۳٦۲)(صحیح بخاری، بحواله اسلامی بیداری ص۲۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(٣٦٣)(الصحوة الاسلاميه)
(٣٦٤) (پیارے رسول اللہ ﷺ کے پیارے اخلاق / پروفیسر مشتاق کلوٹا / کراچی / گٹن برگ پبلیشرز / ۲۰۱۰ء / ص ١٥)
(٣٦٥)(اخلاق و اقدار / ڈاکٹر نیئر احمد پراچہ / لاھور / الحمد پبلی کیشنز / ۲۰۱۰ء / ص ٣٣)
(٣٦٦)(متفق عليه)
(٣٦٧)(ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، ج٢،ص٣٨)
(٣٦٨)(ابن هشام:السيرة النبويه، ج١، ص ٦٣٠، طبع القاهره،)
(٣٦٩)(قاضی محمد ثناء الله، شمائل و اخلاق نبوی، ص٨٦، عن محب الطبری، تحقیق ڈاکٹر محمود الحسن عارف،)
(٣٧٠)(ابن كثير، السيرة النبويه، ج٢،ص٣٨٩، طبع القاهره ١٣٨٤ھ،)
(٣٧١)(ابن ماجه السنن، كتاب الطلاق، باب خيار الامته اذا اعتقت)
(٣٧٢)(نبی اکرم ﷺ کا منہاج تربیت / ڈاکٹر محمد امین / السیرة / رمضان ١٤٢١ء / ص ٢٦٥)
(٣٧٣)(شمائل ترمذی / ص ١٤، (بخاری / كتابل اعلم / باب من اعاد الحديث ثلاثا/ ج١ / ص ٣٢)
(٣٧٤) (كتاب تسمية ماوردبه الخطيب / ١ / ١٢٩ (مخطوط) بحواله السنته قبل التدوين، ٥٠، مشكوٰة كتاب الفضائل ٣/١٤٣)
(٣٧٥) (فتح /٧/ ٣٩٠، اخلاق / ١/ ٤١٥)
(٣٧٦)(شمائل ترمذی / ص ١٤) (٣٧٧)(فتح / ٧/ ٣٨٩)
(٣٧٨)(فتح / ١/ ٢٤١، باب مَن اَجاب السائل بأ كثت مما سئاله)
(٣٧٩)(شمائل ترمذی / ص ١٤)
(٣٨٠)(صحيح بخاری /٩/ ٢٣٤، احمد بن حنبل، السند/٤/٢٦)
(٣٨١)(مشكوٰة شريف / ص ٤٤٩) (٣٨٢)(شمائل ترمذی / ص ١٥)

© rasailojaraid.com